یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ہیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں.

منجانب.

سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان

تالیف

آیۃ اللہ ناصر مکارم شیرازی

❖

پیش لفظ

زیرِ نظر کتابچہ اصولِ دین۔ "توحید" عدل۔ نبوت۔ امامت۔ معاد" کے بارے میں پچاس اسباق پر مشتمل پانچ کتابچوں میں سے ایک ہے یہ کتابچے ان عناوین کے (خدا شناسی۔ عدل الٰہی۔ پیامبر شناسی۔ امام شناسی، قیامت شناسی) کے تحت ہیں اور ہر کتابچہ میں دس اسباق کے ذریعہ بحث کی گئی ہے۔

اس مجموعہ کو آیۃ اللہ مکارم شیرازی نے انتہائی دقت وظرافت کے ساتھ منطقی، استدلالی، سادہ اور نہایت دلچسپ پیرائے میں معاشرے کے تمام طبقات خصوصاً نوجوانوں کے لئے تحریر فرمایا ہے۔

یہ مجموعہ بعثت فاؤنڈیشن کیطرف سے پیش کیا جارہا ہے امید ہے کہ اس کا مطالعہ ان تمام افراد کے لئے مطلوب جو اصولِ دین سے تھوڑی ہی مدت میں آگاہ ہونا چاہتے ہیں مفید و مؤثر ثابت ہوگا۔

حرفِ اوّل

یا

چند ضروری نکات

جو استاد ان اسباق کو پڑھائیں براہِ مہربانی ان باتوں کو ملحوظ رکھیں۔

۱۔ اسباق کو پڑھانے میں تاریخی واقعات اور اپنی روزمرّہ کی زندگی کے دلچسپ مشاہدات سے مدد لیں۔

۲۔ ان اسباق کو پڑھاتے وقت شاگردوں کی معلومات سے مدد لینی چاہیئے اور فرداً فرداً یا گروپ کی شکل میں سوال وجواب کے ذریعہ سبق پڑھانا چاہیئے۔

۳۔ ہر سبق سے متعلق آیت کو جلی اور خوش خط حروف میں بلیک بورڈ پر لکھیں اور کوشش کریں کہ آیتوں کا لفظ بہ لفظ ترجمہ کریں۔ تاکہ طلباء میں قرآن کو سمجھنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے بلکہ اگر ایک طالب علم آیت کو باآواز بلند پڑھے اور باقی اس کو دہرائیں تو بہتر ہے۔

۴۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر سبق کو ایک دن میں مکمل کرلیں بلکہ ضرورت ہو تو ایک سبق کو دو دن میں بھی مکمل کرایا جاسکتا ہے۔

۵۔ ہر سبق کی عبارتوں میں کچھ ایسی باریکیاں ہیں کہ استاد کو چاہئے کہ پڑھانے سے پہلے اس کا اچھی طرح مطالعہ کرلیں اور سبق پڑھاتے وقت اس سے مدد لیں۔

۶۔ یہ اسباق چھٹی سے لے کر آٹھویں کلاس کے لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے تیار
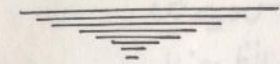
کئے گئے ہیں۔

۷۔ طلباء کی تشویق کے لئے۔ امتحان میں کامیاب ہونے والے طلباء۔ یا جو بچے آیتوں کے ترجمے یاد کرلیں اور جلسے میں پڑھیں، انھیں انعامات دیئے جائیں۔

۸۔ ان اسباق کو پڑھنے والے طالب علم، ممکن ہے خدا کی معرفت سے متعلق ایسے سوالات کریں جن کا جواب اس کتاب میں نہیں ہے۔ لہٰذا مزید معلومات کے لئے مندرجہ ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں۔

(۱) آفریدگار جہاں (کائنات کا خالق)

(۲) در جستجوی خدا (خدا کی تلاش)

(۳) پرسشہا و پاسخہا (سوالات اور جوابات)

خدا کی تلاش

- خالق کائنات کی معرفت حاصل کرنے کے لئے ہم کیوں غور وفکر کرتے ہیں۔؟
- علم حاصل کرنے کا عشق
- شکر گزاری کا احساس
- اس مسئلہ سے ہمارے نفع اور نقصان کا تعلق۔

خالقِ کائنات کی معرفت حاصل کرنے کیلئے ہم کیوں غور وفکر کرتے ہیں ؟

۱۔ اس وسیع وعریض کائنات کے بارے میں جاننے اور اس سے واقفیت حاصل کرنے کا شوق ہم سب کے دل میں ہوتا ہے۔

یقیناً ہم سب جاننا چاہتے ہیں کہ:

دلفریب ستاروں سے بھرا یہ بلند وبالا آسمان،

دلکش مناظر سے بھری پُری یہ وسیع سرزمین،

یہ رنگ برنگی مخلوقات، خوبصورت پرندے، انواع واقسام کی مچھلیاں، دریا، پیارے پیارے پھول، کلیاں اور پیڑ پودے، یہ سب خود بخود وجود میں آگئے ہیں؟ یا یہ عجیب وغریب نقش ونگار کسی ماہر نقاش کے ذریعہ کھینچے گئے ہیں۔

اس کے علاوہ وہ پہلا سوال جو ہم سب کے ذہنوں میں ابھرتا ہے وہ یہ ہے کہ:

ہم کہاں سے آئے ہیں؟ — کہاں ہیں؟ — اور کہاں جا رہے ہیں؟

اور اگر ہمکو ان تینوں سوالوں کے صحیح جواب حاصل ہو جائیں تو یہ ہماری عین خوش نصیبی ہوگی۔ یعنی یہ جان لیں کہ ہماری زندگی کا آغاز، کہاں سے ہوا اور

آخر میں ہم کہاں جائیں گے۔ اور ابھی ہمارے کیا فرائض ہیں؟

ہمارا جذبۂ تجسس ہم کو ان سوالوں کا جواب تلاش کئے بغیر چین سے نہیں بیٹھنے دے گا۔

مثال کے طور پر کار کے حادثے میں کوئی شخص زخمی اور بیہوش ہو جاتا ہے اور علاج کے لئے اس کو اسپتال لے جاتے ہیں جب اس کی حالت کچھ بہتر ہوتی ہے اور اسے ہوش آجاتا ہے تو پہلا سوال جو وہ اپنے اردگرد کے لوگوں سے کرتا ہے وہ یہی ہوتا ہے کہ یہ کون سی جگہ ہے؟ مجھ کو یہاں کیوں لایا گیا ہے؟ اور میں یہاں سے کب واپس جاؤں گا؟ اس بات سے ظاہر ہوتا ہے کہ انسان کے ذہن میں اس قسم کے سوالات پیدا ہوتے رہتے ہیں اور وہ ان کا جواب حاصل کرنا چاہتا ہے لہذا پہلی چیز جو ہم کو خدا کی تلاش اور کائنات کے پیدا کرنے والے کی معرفت حاصل کرنے کے لئے ابھارتی ہے وہ وہی ہماری تشنہ روح اور جستجو کا جذبہ ہے۔

۲۔ شکر گزاری کا احساس

فرض کیجئے آپ کو ایک دعوت میں مدعو کیا جاتا ہے اور آپ کی پذیرائی کے لئے پورا اہتمام کیا گیا ہے۔ لیکن چونکہ آپ اپنے بڑے بھائی کے ہمراہ، جن کے ذریعہ آپ کو مدعو کیا گیا ہے، اس دعوت میں جاتے ہیں لہذا اپنے میزبان سے واقف نہیں ہیں۔

اس دلپذیر محفل میں آنے کے بعد یقیناً آپ کی پہلی خواہش یہی ہوگی کہ اپنے میزبان سے واقفیت حاصل کریں اور اس کا شکریہ ادا کریں۔

ہم بھی جب اس وسیع وعریض کائنات پر نظر ڈالتے ہیں اور انواع واقسام کی نعمتیں جو ہم کو عطا کی گئی ہیں مثلاً دیکھنے کے لئے آنکھیں، سننے کے لئے کان، عقل وشعور، مختلف قسم کی جسمانی وذہنی طاقتیں اور صلاحیتیں، زندگی کی بیشما

سہولتیں وآسائشیں، پاک وپاکیزہ روزی وغیرہ وغیرہ، توان سب کو دیکھ کر ہم کو
بے اختیار یہ خیال آتا ہے کہ ان تمام نعمتوں کے عطا کرنے والے کو پہچانیں، اور
ہر چند کہ اس کو ہمارے شکریہ کی حاجت نہیں، ان نعمتوں پر اس کا شکر ادا کریں
اور جب تک کہ ہم یہ کام انجام نہیں دے لیتے ہم کو بے چینی محسوس ہوتی رہتی
ہے۔

یہ امر اس بات کی ایک اور دلیل ہے جو ہم کو خدا کی معرفت حاصل کرنے
پر آمادہ کرتی ہے۔

۲۔ اس مسئلہ سے ہمارے نفع ونقصان کا تعلق

فرض کیجئے آپ اپنے سفر کے دوران ایک ایسے چوراہے پر پہونچتے ہیں
جہاں بہت ہنگامہ وفساد برپا ہے۔ سب کہتے ہیں کہ اس چوراہے پر نہ رکئے یہاں
بہت خطرہ ہے۔ لیکن ہر گروہ آپ کو الگ الگ سمت کیطرف جانے کا مشورہ
دیتا ہے ایک کہتا ہے بہتر ہوگا کہ مشرقی راستے سے جائیے، دوسرا مغربی سمت کو
محفوظ راستہ بتاتا ہے۔ تیسرا ان دونوں سے مختلف سمت کو محفوظ ترین راستہ بتاتا
ہے اور کہتا ہے کہ خطرے سے بچنے اور محفوظ ترین اور پُر امن ترین مقام پر پہونچنے
کا واحد ذریعہ، یہ راستہ ہے!

کیا ہم غور وفکر کئے بغیر کسی ایک راستے کا انتخاب کرلیں گے؟

کیا ہماری عقل اس بات کی اجازت دے گی کہ وہیں پر رُک جائیں اور کسی
بھی راستے کا انتخاب نہ کریں؟

یقیناً اس کا جواب منفی میں ہوگا۔

بلکہ ہماری عقل ہم کو اس بات پر آمادہ کرے گی کہ ہم فوراً حالات کا جائزہ

لیں اور ان میں سے ہر ایک گروہ کی بات غور سے سنیں اور ان میں سے جس کی بات صحیح،
صداقت پر مبنی، مدلل اور اطمینان بخش معلوم ہو اس کو مان لیں۔ اور پوری طرح سے
اطمینان حاصل کرنے کے بعد ایک راستے کو منتخب کر کے، آگے بڑھ جائیں۔

اس دنیا کی زندگی میں بھی ہمیں ایسے ہی حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مختلف
مذاہب اور مکاتب فکر ہم کو اپنی طرف دعوت دیتے ہیں لیکن چونکہ ہمارے مستقبل،
ہماری نیک بختی اور بدبختی، ہماری ترقی اور ہماری پستی کا دار و مدار، بہترین
راہ کا انتخاب کرنے پر ہے، لہذا ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اس کے بارے میں
غور وفکر سے کام لیں اور ایک ایسی راہ کا انتخاب کریں جو ہماری ترقی اور تکامل
کا باعث ہو، اور جو راہ ہمارے لئے بدبختی اور تنزلی کا سبب ہے، اس سے
کنارہ کشی اختیار کریں یہ امر بھی اس بات کی ایک اور دلیل ہے، جو ہم کو جہانِ ہستی
کے خالق کے بارے میں غور وفکر کرنے کی دعوت دیتی ہے۔

قرآن مجید فرماتا ہے:

فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ

(اے رسول) تم میرے اُن (بندوں کو خوشخبری دیدو جو گوناگوں باتیں غور سے سنتے
ہیں اور پھر اسمیں سے بہترین بات کا انتخاب کرتے ہیں۔

(سورہ زمر۔ آیۃ ۱۸)

سوچئے اور جواب دیجئے

۱۔ اب تک آپ نے اپنے والدین سے خدا کی معرفت کے بارے میں جو کچھ سنا ہے، کیا اسکے علاوہ آپ نے کبھی خود بھی اس موضوع پر سنجیدگی سے غور کیا ہے ؟

۲۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ خدا کی تلاش اور خدا کی معرفت میں کیا فرق ہے ؟

۳۔ کیا آپ نے خدا سے راز و نیاز کے وقت ایک قسم کا کیف اور روحانی لذّت محسوس کی ہے ؟

دوسرا سبق

ہماری روزمرّہ زندگی میں خدا کے وجود کی نشانیاں

- خدا کی معرفت اور علوم کی ترقی
- خدا کی معرفت ، تلاش اور امید
- خداشناسی اور ذمہ داری کا احساس
- خداشناسی اور سکونِ قلب

خُداکی معرفت اور علوم کی ترقی

فرض کیجئے آپ کا ایک دوست سفر سے لوٹ کر آتا ہے اور آپ کے لئے ایک کتاب بطور تحفہ لیکر آتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ کتاب نہایت اعلیٰ درجہ کی ہے کیونکہ اس کا مصنّف بہت بڑا عالم اور اپنے فن کا ماہر اور استاد ہے۔ یقیناً آپ اس کتاب کا سرسری مطالعہ نہیں کریں گے بلکہ اس کی ہر ہر سطر یہاں تک کہ ہر جملہ نہایت غور سے پڑھیں گے۔ اور اگر اس کا کوئی جملہ آپ کی سمجھ میں نہیں آئے گا تو گھنٹوں بلکہ موقع ملے گا تو کئی کئی دنوں تک اس کے بارے میں غور و فکر کریں گے۔ تاکہ اس کے معنی و مفہوم آپ کی سمجھ میں آجائیں۔ کیوں کہ اس کتاب کا مصنّف کوئی معمولی آدمی نہیں بلکہ ایک عظیم دانشور ہے جس کا لکھا ہوا ایک جملہ بھی بے معنی نہیں ہوگا۔

لیکن اس کے برعکس اگر کہا جائے کہ یہ کتاب ممکن ہے بظاہر بہت پرکشش اور جاذب نظر ہو لیکن اس کے مصنّف کی علمی استعداد کم ہے اور وہ کوئی اعلےٰ علمی مقام نہیں رکھتا اور اس کی تصنیف میں کوئی جان نہیں ہے۔

تو ایسی حالت میں ظاہر ہے کہ آپ کتاب پر فقط سرسری نظر ڈالیں گے اور جہاں جہاں مفہوم واضح نہیں ہوگا آپ سوچیں گے کہ یہ مصنّف کی کم علمی کے سبب ہے اور اس کتاب کا مطالعہ کرنا وقت کا ضائع کرنا ہے۔

یہ کائنات بھی ایک بڑی کتاب کی طرح ہے اور اس کائنات کا ہر موجود اس عظیم کتاب کے ایک کلمہ یا جملہ کو تشکیل دیتا ہے۔ ایک خدا پرست انسان کے نقطۂ نظر سے، اس جہاں کا ذرہ ذرہ ہمیں غور و فکر کی دعوت دیتا ہے۔ ایک مومن اور باایمان انسان، خدا پرستی کے نور کے پرتو میں، تخلیق و آفرینش کے اسرار و رموز کو سمجھنے کے لئے کافی باریک بینی اور کاوش کے ساتھ مطالعہ کرتا ہے (اور یہی چیز سائنس اور انسانی علوم کی ترقی میں مددگار ثابت ہوتی ہے!) کیوں کہ وہ جانتا ہے کہ اس مشینری کا خالق، لاتناہی علم و قدرت کا مالک ہے اور اس کے ہر کام میں حکمت و فلسفہ مضمر ہے۔ اسی سبب سے وہ بہت گہرائی کے ساتھ مطالعہ کرتا ہے اور نہایت دقت کے ساتھ تخلیق کرتا ہے۔ تاکہ قدرت کے اسرار و رموز کو بہتر طریقے سے سمجھ سکے۔

لیکن ایک عام، مادہ پرست انسان میں آفرینش کے اسرار و رموز کو سمجھنے اور اس کا مطالعہ کرنے کا جذبہ نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ ان چیزوں کا خالق بے حس و حرکت فطرت کو سمجھتا ہے۔

اگر ہمیں علوم سائنس کا انکشاف کرنے والے دانشوروں کی صف میں بعض مادہ پرست بھی دکھائی دیتے ہیں تو اسکی وجہ یہ ہے کہ غالباً وہ خدا کے تو قائل ہیں البتہ اس کا نام (طبیعت و) فطرت رکھ دیتے ہیں کیونکہ فطرت کے کاموں میں وہ نظم و ضبط اور منصوبہ بندی کے قائل ہیں۔

مختصر یہ کہ خدا کی پرستش، علوم و دانش کی ترقی کا وسیلہ بنتی ہے۔

★ ★ ★

۲ـــ خدا کی معرفت، تلاش اور امید

جب انسان مصیبتوں اور پریشانیوں میں گرفتار ہو جاتا ہے اور سارے راستے مسدود ہو جاتے ہیں اور ان مشکلات کے مقابلہ میں وہ اپنی ناتوانی اور بے بسی کا احساس کرتا ہے ایسے موقع پر، خدا پر ایمان، اس کی مدد کرتا ہے اور اسے تقویت بخشتا ہے۔

جو لوگ خدا پر ایمان رکھتے ہیں وہ خود کو تنہا اور بے سہارا محسوس نہیں کرتے، وہ مایوسی اور ناامیدی کا شکار نہیں ہوتے انہیں بے بسی اور ناتوانی کا احساس نہیں ہوتا۔ کیوں کہ وہ جانتے ہیں کہ خدا کی قدرت، تمام مشکلات سے بالاتر ہے اور اس کی قدرت کے سامنے ساری چیزیں آسان اور سہل ہیں۔

خدا پر ایمان رکھنے والے، اپنے پروردگار کی حمایت اور لطف و مہربانی کی امید کے ساتھ، مشکلات کا مقابلہ کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ اور اپنی تمام طاقتوں کو بروئے کار لاکر، خدا سے امید لگا کر اپنی سعی و کوشش کو جاری رکھتے ہیں اور مصیبتوں اور سختیوں کے مقابلہ میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

جی ہاں ـــ خدا پر ایمان، انسانوں کی سب سے بڑی تکیہ گاہ ہے!

خدا پر ایمان، استقامت اور ثبات قدم کا سرمایہ ہوتا ہے!

خدا پر ایمان، دلونکو ہمیشہ امید کے نور سے منور رکھتا ہے!

یہی سبب ہے کہ باایمان افراد، کبھی بھی خودکشی کے مرتکب نہیں ہوتے۔ کیونکہ خودکشی، یاس و ناامیدی اور شکست کی دلیل ہے۔ لیکن باایمان لوگ نہ تو ناامیدی کا شکار ہوتے ہیں اور نہ شکست کا احساس کرتے ہیں۔

★ ★ ★

۳ـــ خداشناسی اور ذمہ داری کا احساس

ہم ایسے طبیبوں سے واقف ہیں کہ جب ان کے پاس کوئی تنگدست مریض آتا ہے تو نہ صرف یہ کہ اپنی فیس نہیں لیتے۔ بلکہ اس کو دوا کیلئے پیسے بھی دیدیتے ہیں اور اگر مریض کی حالت نازک ہوتی ہے تو اس کے چھوٹے سے مکان میں رات بھر اس کے سرہانے بیٹھے رہتے ہیں ـــــ ایسے لوگ خداپرست اور باایمان ہوتے ہیں۔

لیکن ہم ایسے طبیبوں کو بھی جانتے ہیں کہ جو پیسے لئے بغیر بیمار پر ایک نظر ڈالنا بھی پسند نہیں کرتے۔ کیوں کہ ان کا ایمان پختہ نہیں ہوتا۔

باایمان انسان، کسی بھی پیشہ سے منسلک ہو، اپنی ذمہ داری کو محسوس کرتا ہے۔ وہ فرض شناس ہوتا ہے۔ نیک اور عفو و درگزر کرنے والا ہوتا ہے۔

اور ہمیشہ محسوس کرتا ہے کہ اس کی جان اور بدن کے اندر ایک (معنوی) نگراں موجود ہے جو ہر وقت اس کے کاموں کی نگرانی کرتا رہتا ہے۔

لیکن غیر مومن افراد، خود پسند، خود غرض اور خطرناک ہوتے ہیں اور وہ اپنی کسی بھی قسم کی ذمہ داری محسوس نہیں کرتے، ظلم و ستم اور دوسروں کی حق تلفی کرنا ان کے لئے معمولی بات ہے۔ وہ نیک کام کرنے کے لئے بہت کم تیار ہوتے ہیں۔

★ ★ ★

۴ـــ خداشناسی اور سکونِ قلب

علم نفسیات کے ماہروں کا کہنا ہے کہ موجودہ زمانے میں نفسیاتی بیماریاں

اور ذہنی پریشانیاں پہلے سے بہت زیادہ بڑھ گئی ہیں۔

وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس بیماری کا ایک سبب تشویش اور پریشانی ہے۔ مستقبل کی فکر، موت کی فکر، جنگ سے تشویش، فقر وشکست کی تشویش۔

وہ مزید کہتے ہیں کہ انسان کی روح سے پریشانیوں اور خوف کو جن چیزوں کے ذریعہ دور کیا جاسکتا ہے وہ 'خدا پر ایمان' ہے، کیوں کہ جب پریشانیاں اور فکریں پیدا کرنے والے عوامل چاہتے ہیں کہ انسان کی روح پر اثر انداز ہوں تو یہ خدا پر ایمان ہی ہے جو ان عوامل کو پیچھے ڈھکیل دیتا ہے۔

وہ خدا کہ جو مہربان ہے، وہ خدا کہ جو روزی عطا کرنے والا ہے، وہ خدا کہ جو اپنے بندوں کے حالات سے آگاہ ہے، جب اس کے بندے اس سے لو لگاتے ہیں تو وہ ان کی مدد کرتا ہے اور ان کو پریشانیوں سے نجات دلاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ سچے مومن ہمیشہ سکون واطمینان محسوس کرتے ہیں اور ان کو کبھی ذہنی طور پر کوئی پریشانی لاحق نہیں ہوتی" کیوں کہ ان کا ہر کام خدا کے لئے ہوتا ہے۔ اگر نقصان بھی ہوجائے تو اس کی تلافی کے لئے بھی اسی کا آسرا ڈھونڈھتے ہیں۔ یہاں تک کہ میدانِ جنگ میں بھی ان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیلتی رہتی ہے۔ قرآن مجید فرماتا ہے:

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ۔

(سورہ انعام آیہ ۸۲)

(جو لوگ ایمان لے آئے اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم وشرک) سے آلودہ نہیں کیا، انھیں لوگوں کے لئے امن واطمینان ہے)

★ ★ ★

غور کیجئے اور جواب دیجئے

۱۔ کیا گذشتہ تاریخ میں آپ کو کوئی ایسا واقعہ یاد ہے جس سے، اوپر جن ایمان افروز باتوں کا ذکر کیا گیا ہے اس پر روشنی پڑتی ہو۔

۲۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ بعض افراد جو خدا پر عقیدے کا دعوے کرتے ہیں۔ غیر اخلاقی حرکتیں کرتے ہیں ان میں مندرجہ بالا چار خصوصیات کیوں نہیں پائی جاتی ہیں؟
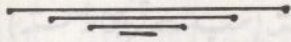
تیسرا سبق

خدا کی معرفت کے دو ۲ واضح اور آسان طریقے

- اندرونی راستہ
- بیرونی راستہ
- صرف ایک سوال
- سوچیئے اور جواب دیجیے

خدا کی معرفت کے دو ۲ واضح اور آسان طریقے

خدا کی معرفت کے موضوع پر بہت قدیم زمانے سے آج تک متعدد کتابیں لکھی جا چکی ہیں اور دانشوروں کے درمیان بحث و مباحثے ہوئے ہیں۔

ہر ایک نے اس حقیقت کو سمجھنے کے لئے ایک مخصوص راستہ اختیار کیا ہے لیکن ان تمام راستوں میں سے بہترین راہ، کہ جس کے ذریعہ جہان ہستی کے اس عظیم خالق کے نزدیک جلدی پہونچا جا سکتا ہے وہ دو ۲ راستے ہیں۔

۱۔ اندرونی راستہ (سب سے قریبی راستہ)

۲۔ بیرونی راستہ (سب سے واضح راستہ)

اول الذکر طریقے میں ہم اپنے دل کی گہرائیوں میں جھانک کر دیکھتے ہیں اور روح کی گہرائیوں میں توحید کی آواز کو سنتے ہیں۔

مؤخر الذکر طریقے میں ہم اس وسیع و عریض کائنات کی مخلوقات پر نظر ڈالتے ہیں اور تمام موجودات کی پیشانی پر اور ذرّہ ذرّہ کے دل میں خدا کی نشانیوں کے جلوے دیکھتے ہیں۔

ان دونوں راستوں سے متعلق بحث بہت طولانی ہے لیکن ہماری کوشش یہی ہے کہ ایک مختصر بحث کے ذریعہ ان دونوں راستوں کا اجمالی طور

پر جائزہ لیں۔

(الف) **اندرونی راستہ** :- آیئے اس موضوع پر غور کریں۔

۱۔ دانشوروں کا کہنا ہے کہ : ہر انسان جس میں غور و فکر کرنے کی صلاحیت ہے، خواہ وہ کسی نسل یا کسی طبقہ سے تعلق رکھتا ہو، اگر اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے اور کوئی مخصوص تعلیم نہ دی جائے، یہاں تک کہ اس نے نہ تو خدا پرستوں کی بات سنی ہو اور نہ مادہ پرستوں کی باتیں سنی ہوں، پھر بھی وہ خود بخود ایک مقتدر اور توانا طاقت کا احساس کرے گا جو اس مادی دنیا سے بالا و برتر ہے اور جس کی ساری کائنات پر حکمرانی ہے۔

وہ اپنی جان و روح کی گہرائیوں اور قلب کے تمام گوشوں میں محسوس کرے گا کہ ایک لطیف و مہربان آواز، جو کہ نہایت واضح اور محکم بھی ہے، اس کو علم و قدرت کے ایک عظیم مبداء کی جانب کہ جس کو ہم خدا کہتے ہیں، بلا رہی ہے۔

یہ وہی انسانی فطرت کی پاک و پاکیزہ آواز ہے۔

★ ★ ★

۲۔ ممکن ہے انسان، مادی دنیا کی ہنگامہ آرائیوں اور زندگی کی چمک دمک میں اتنا مگن ہو جائے کہ وقتی طور پر اس آواز کو سننے سے غافل ہو جائے، لیکن جس وقت وہ اپنے آپ کو مشکلات اور پریشانیوں میں گھرا پاتا ہے، جس وقت آسمانی بلائیں، مثلاً سیلاب، زلزلے اور طوفان یا جب خطرناک اور ناساز گار موسم میں اس کا ہوائی جہاز گھر جاتا ہے اور ہیجان انگیز لمحات اس پر حملہ آور ہوتے ہیں، جی ہاں ایسے وقت میں جب کہ مشکلات پر قابو پانے کیلئے

تمام مادی راستے مسدود ہو جاتے ہیں اور اسے کوئی جائے پناہ نظر نہیں آتی، اس وقت اس کی روح کی گہرائیوں میں یہ آواز ابھرتی ہے اور وہ محسوس کرتا ہے کہ اس کے وجود کے اندر سے ایک قسم کی طاقت اس کو اپنی طرف بلا رہی ہے، ایک ایسی طاقت، جو کہ تمام طاقتوں سے برتر ہے، ایک پنہاں طاقت، کہ جس کے سامنے تمام مشکلات بہت آسان و سہل ہیں۔

ایسے لوگ آپ کو بہت ملیں گے جنھیں کٹھن وقت میں بھی بے اختیار خدا کی یاد نہ آئے یہی چیز اس امر کی نشاندہی کرتی ہے کہ ہم اس کے، کسقدر نزدیک ہیں اور وہ ہمارے کس قدر نزدیک ہے۔ وہ ہماری جان و روح میں سمایا ہوا ہے۔

فطرت کی یہ آواز، انسان کی روح میں ہمیشہ پنہاں رہتی ہے البتہ ایسے لمحات میں زیادہ قوت حاصل کر لیتی ہے۔

★ ★ ★

۳۔ تاریخ کا مطالعہ بتاتا ہے کہ ایسے طاقتور افراد جو عام حالات میں اور عیش و آرام کے وقت، خدا کا نام تک لینا گوارہ نہیں کرتے تھے، لیکن جب وقت انکی طاقت کی بنیادیں متزلزل ہونے لگتی ہیں اور موت سامنے منڈلانے لگتی ہے اس وقت عظیم ہستی کے سامنے دستِ سوال دراز کرتے ہیں اور فطرت کی آواز انہیں اچھی طرح سنائی دینے لگتی ہے۔

تاریخ بتاتی ہے کہ جس وقت فرعون نے اپنی کشتیٔ حیات کو دریا کی بپھری ہوئی موجوں میں گھرا ہوا پایا اور دیکھا کہ وہی پانی جو کہ اس کی زندگی اور اس کے زیرِ تسلط ملک کی آبادی کا سرمایہ اور اس کی مادی زندگی کی تمام طاقتوں

کا سرچشمہ تھا، اب اس کی موت کا پیام بن کر آیا ہے، اور چند چھوٹی چھوٹی لہروں نے اس کو مجبور و لاچار کر دیا ہے اور ہر طرف سے نجات کی امید منقطع ہو چکی ہے تو اس نے نعرہ بلند کیا "اب میں اعتراف کرتا ہوں کہ موسیٰ کے بزرگ خدا کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں"

دراصل یہ آواز اس کی جان و روح کے اندر سے ابھری تھی.

نہ صرف فرعون، بلکہ اس کی طرح کے دوسرے لوگ بھی اسی آواز کو سنتے ہیں.

* * *

۴۔ خود آپ اگر اپنے دل کی گہرائیوں میں جھانک کر دیکھیں، تو اس بات کی تصدیق کریں گے کہ اس میں ایک نور چمک رہا ہے اور آپ کو خدا کی جانب بلا رہا ہے. شاید آپ کی زندگی میں بارہا ایسے نازک مواقع آئے ہوں گے جب مشکلات سے نجات حاصل کرنے کے لئے ہر طرف سے مادی راستے بند ہو گئے ہوں گے، ان لمحات میں یقیناً آپ کو اس حقیقت کا احساس ہوا ہو گا کہ اس عالم ہستی میں ایک ایسی قادر مطلق طاقت موجود ہے جو ان مشکلات کو آسانی سے حل کر سکتی ہے.

ایسے لمحات میں اس مبداء کے عشق سے مملو امید کی ایک کرن نظر آتی ہے جو یاس و ناامیدی کے تیرہ و تاریک بادلوں کو آپ کے قلب کے اوپر سے صاف کر دیتی ہے.

جی ہاں! یہ نزدیک ترین راستہ ہے کہ جس کے ذریعہ ہر شخص اس جہانِ ہستی کے مبداء و خالق تک پہونچ سکتا ہے.

صرف ایک سوال:

ہم جانتے ہیں کہ ممکن ہے آپ میں سے بعض کے دل میں یہ سوال پیدا ہو کہ آیا اس بات کا امکان نہیں ہے کہ ہم نے جس ماحول میں پرورش پائی ہے اور اپنے ماں باپ سے ہمیں جو تعلیم ملی ہے اس کے زیر اثر حساس موقعوں پر ہمارے دل میں یہ خیال آتا ہے اور خدا کے آگے دست حاجت دراز کرتے ہیں؟

آپ کو یہ سوال کرنے کا حق ہے اور ہمارے پاس اس کا مدلل اور دلچسپ جواب بھی موجود ہے کہ جسے ہم آئندہ اسباق میں پیش کریں گے.

قرآن مجید فرماتا ہے:

فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ: (سورہ عنکبوت آیہ ۶۵)

(جس وقت یہ لوگ کشتی میں سوار ہوتے ہیں اور دیو پیکر موجیں اور طوفان کے تھپیڑے ان کو موت کا پیغام دیتے ہیں تو نہایت خلوص سے اسی کی عبادت کرنے والے بن کر خدا سے دعا کرتے ہیں، پھر جب خداوند عالم انھیں نجات دلا کر خشکی میں پہونچا دیتا ہے تو اسے فراموش کر کے شرک کرنے لگتے ہیں)

* * *

سوچئے اور جواب دیجئے :-

۱۔ مندرجہ بالا آیت کے ترجمہ کو ایک ایک لفظ کے معنی کے ساتھ یاد کرنے کی کوشش کیجئے۔ آیت نمبر اور سورہ کا نام یاد کیجئے تاکہ رفتہ رفتہ قرآن کی زبان سے آشنا ہو سکیں۔

۲۔ کیا کبھی آپ کی زندگی میں ایسا کوئی حادثہ رونما ہوا ہے جب آپ کی امید ہر طرف سے منقطع ہو چکی ہو اور صرف خداوند عالم کے لطف و مہربانی کا آسرا باقی رہ گیا ہو۔ (ایک چھوٹی سی تقریر یا مضمون اس موضوع پر تیار کیجئے)

۳۔ اس راستہ کو نزدیک ترین راستہ کیوں کہا گیا ہے ؟

چوتھا سبق

ایک اہم سوال کا جواب

جو کہ پوری انسانی تاریخ میں تمام اقوام وملل کے درمیان ایک ہی شکل میں اور ایک حالت میں باقی رہ گئی ہوں کہیں آج کوئی عادت اور رسم رائج ہے تو ممکن ہے کل اس میں تبدیلی پیدا ہو جائے۔ اسی لئے ایک قوم کی عادات ورسومات دوسری قوموں میں نہیں پائی جاتیں۔

اسی بناء پر اگر زیر بحث موضوع (یعنی خدا کے وجود کا اقرار اور اس کی پرستش کا جذبہ) کا جائزہ لیں تو دیکھیں گے کہ یہ چیز بلا امتیاز تمام ملتوں اور قوموں میں اور ہر دور اور ہر زمانے میں موجود رہی ہے جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ اس کی جڑیں فطری ہیں اور انسان کی جان وروح میں مضبوطی سے پیوست ہیں۔ مثال کے طور پر، اولاد سے ماں کی محبت، کسی نصیحت، تبلیغ یا عادت اور رسم کی بناء پر نہیں ہوتی کیوں کہ کسی بھی قوم اور ملت میں، کسی بھی زمانے میں، یہ نہیں دیکھا گیا کہ کوئی ماں اپنی اولاد سے محبت نہ کرتی ہو اور اس پر مہربان نہ ہو۔

البتہ اس بات کا امکان ہے کہ کسی نفسیاتی مرض کے سبب ماں کی محبت زائل ہو جائے یا زمانۂ جاہلیت میں غلط اور منحرف کرنے والے افکار کے زیر اثر بعض باپ اپنی بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے لیکن ایسے حالات شاذ ونادر اور وقتی ہوتے ہیں کہ جو بہت سرعت کے ساتھ ختم ہو گئے اور اپنی اصلی حالت میں یعنی اولاد سے عشق ومحبت کی شکل میں ظاہر ہونے لگے۔

★ ★ ★

اس تمہید کی روشنی میں، گذشتہ اور موجودہ زمانے کے انسان میں خدا کی پرستش کے مسئلہ پر نظر ڈالتے ہیں:

(یہ سبق چونکہ کچھ پیچیدہ ہے لہٰذا زیادہ توجہ دیجیے)

ایک اہم سوال کا جواب

سوال:

گذشتہ اسباق میں ہم یہاں تک پہونچے تھے کہ توحید اور خدا کی پرستش کی ایک آواز ہم ہمیشہ اپنے دل وروح کی گہرائیوں سے سنتے ہیں خاص طور پر مشکلات اور پریشانیوں کے وقت یہ آواز اور زیادہ تیز اور قوی ہو جاتی ہے۔ ایسے موقع پر ہمیں بے اختیار خدا کی یاد آتی ہے اور ہم اس کی لازوال طاقت اور بے پایاں لطف وکرم سے مدد مانگتے ہیں۔

یہاں پر ایک سوال یہ پیدا ہو سکتا ہے کہ یہ اندرونی آواز، جس کو ہم ایک فطری آواز کہہ سکتے ہیں، ممکن ہے کہ یہ آواز ہم کو اپنے معاشرے اور اپنے اسکول کے ماحول اور اپنے ماں باپ کی تعلیم وتربیت کے اثرات کی وجہ سے سنائی دیتی ہو اور ہمیں ایک طرح سے اس کی عادت سی پڑ گئی ہو۔

جواب:

اس شک وشبہ کا جواب ہم ایک چھوٹی سی تمہید کے ذریعہ دیں گے۔

عادات اور رسومات: ناپائیدار چیزیں ہیں اور اس میں تغیرات وتبدیلیاں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ یعنی کوئی عادت اور رسم ورواج ہم اس طرح کی نہیں دیکھتے

۱۔ سماجی امور کے ماہرین اور بڑے بڑے مورخوں کی تصدیق کے مطابق ہم نے کسی بھی دور، کسی بھی زمانے میں یہ نہیں دیکھا کہ انسانوں کے درمیان مذہب اور مذہبی رجحان کا وجود نہ رہا ہو، بلکہ ہر دور اور ہر زمانے میں دنیا کے گوشے گوشے میں کسی نہ کسی شکل میں مذہب کا وجود رہا ہے۔ اور یہ چیز بذاتِ خود اس بات کی واضح دلیل ہے کہ خدا کی پرستش کا تعلق، انسان کی فطرت اور روح سے ہے نہ کہ نصیحت، رسم و رواج یا عادت کا نتیجہ ہے۔ کیوں کہ اگر یہ محض رسم و رواج یا نصیحت و تبلیغ کا نتیجہ ہوتی تو اس قدر عام اور جاودانی شکل میں نظر نہ آتی۔

یہاں تک کہ ہمارے پاس ایسے قرائن موجود ہیں کہ جس سے پتہ چلتا ہے کہ تاریخ سے قبل کے دور میں جو قومیں موجود تھیں وہ بھی کسی نہ کسی شکل میں ایک مذہب کی پیرو تھیں۔ (تاریخ سے قبل کا دور، اس زمانے کو کہتے ہیں جب رسم الخط ایجاد نہیں ہوا تھا کہ انسان اپنی یادگاروں کو تحریری شکل میں محفوظ رکھ سکتا) البتہ اس میں شک نہیں کہ چونکہ ابتدائی قوموں نے خدا کو ایک مافوق الفطرت ہستی کے طور پر نہیں پہچانا تھا اور فطری موجودات، مخلوقات میں اس کو تلاش کیا تھا اور خدا کی تخلیق کردہ مخلوقات سے ہی اس نے اپنے لئے کچھ بُت بنا رکھے تھے۔

لیکن انسان نے اپنی ذہنی ارتقاء کے ساتھ ساتھ رفتہ رفتہ حق کو پہچاننا شروع کیا اور مادی چیزوں سے اپنے لئے جو بُت تراش لئے تھے اس سے کنارہ کشی اختیار کر کے، اس جہانِ مادی سے ماوراء، خداوند بزرگ و برتر کی قدرت و طاقت سے آشنا ہوا۔

★ ★ ★

۲۔ کچھ بڑے بڑے ماہر نفسیات صاف صاف کہتے ہیں کہ آدمی کی روح میں دراصل چار حسیں (SENSES) پائی جاتی ہیں۔

۱۔ **سمجھنے کی حس:** جو انسان کو علوم و دانش کے حصول کے لئے آمادہ کرتی ہے اور اس کی روح میں علم کی پیاس پیدا کرتی ہے خواہ اس علم میں مادی منفعت ہو یا نہ ہو۔

۲۔ **نیکی کی حس:** کہ جو انسانیت کی دنیا میں اخلاق و انسانیت کا سرچشمہ ہے۔

۳۔ **ذوق لطیف کی حس:** کہ جس کے ذریعہ شعر و ادب اور (ہنر صحیح) وجود میں آتے ہیں۔

۴۔ **مذہبی حس:** کہ جو انسان کو خدا کی معرفت اور اس کے احکام کو انجام انجام دینے کی دعوت دیتی ہے اور اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ مذہبی حس، انسانی روح کی اصل اور بنیادی چیز ہے یعنی نہ کبھی اس سے الگ تھی اور نہ کبھی اس سے الگ ہوگی۔

★ ★ ★

۳۔ آئندہ بحثوں میں ہم پڑھیں گے کہ خدا کے وجود کا انکار کرنے والے بہت سے مادہ پرست بھی خدا کے وجود کا کسی نہ کسی شکل میں اعتراف کرتے ہیں۔ اگرچہ زبان سے اس کا اقرار نہیں کرتے۔ اور اس کو فطرت یا دوسرے ناموں سے پکارتے ہیں۔

لیکن فطرت کے لئے انھیں صفات کے قائل ہوتے ہیں جو صفات خدا میں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں کہ فطرت نے انسان کو دو گردے اسلئے

دیتے ہیں کہ ممکن ہے کہ اس میں سے ایک گروہ کام کرنا بند کردے تو دوسرا گروہ زندگی کی مشینری کو جاری رکھے اور اسی قسم کی دوسری باتیں وغیرہ ....

لیکن کیا بے جان فطرت کے بس کی یہ بات ہوسکتی ہے۔ ؟

کیا یہ اسی خداوند کی طرف اشارہ نہیں ہے کہ جسکا علم و قدرت بے پناہ ہے اگرچہ اس کا نام انھوں نے فطرت رکھ دیا ہے۔

★ ★ ★

اس بحث میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ:

خدا سے عشق ہمیشہ سے ہماری روح میں تھا اور رہے گا۔

خدا پر ایمان ایک ایسا جاودانی شعلہ ہے جو ہمارے قلب و روح کو گرم و روشن رکھتا ہے۔

خدا کو پہچاننے کیلئے ہم کو طویل راستے طے کرنے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ اپنے وجود کی گہرائیوں میں جھانک کر دیکھیں تو اس میں ایمان کی چنگاریاں نظر آئیں گی۔

قرآن مجید فرماتا ہے:

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ

(سورہ ق آیت ۱۶)

(اور ہم تو انسان سے اسکی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں)

★ ★ ★

سوچئے اور جواب دیجئے:

۱۔ انسانی عادت اور انسانی فطرت کے متعلق چند مثالیں پیش کیجئے۔

۲۔ نادان لوگ بت پرستی کیوں کیا کرتے ہیں؟

۳۔ مادہ پرستوں نے خدا کا نام فطرت کیوں رکھ دیا ہے؟

پانچواں سبق

ایک سچّی داستان

ایک سچّی داستان

ہم نے عرض کیا تھا کہ جو لوگ زبان سے خدا کے وجود کا انکار کرتے ہیں دراصل ان کی روح میں خدا پر ایمان کا جذبہ مضمر ہوتا ہے.

اس میں شک نہیں کہ کامیابیاں اور کامرانیاں اکثر غرور پیدا کر دیتی ہیں خاص طور پر کم ظرف لوگوں میں ——— اور یہی غرور. انھیں خدا کی یاد سے غافل کر دیتا ہے. حتیٰ کہ کبھی کبھی انسان خود اپنے نظریات کو بھی فراموش کر بیٹھتا ہے لیکن جس وقت طوفان کے تھپیڑے اس کے خرمنِ حیات کو درہم برہم کر دیتے ہیں اور مشکلات کی تیز و تند آندھیاں چاروں طرف سے اسے گھیر لیتی ہیں. غرور اور خود پسندی کے سارے پردے اس کی آنکھوں کے سامنے سے ہٹ جاتے ہیں. اور اس کی جگہ خدا کی وحدانیت اور خدا کی معرفت کا جذبہ لے لیتا ہے.

انسانی تاریخ میں اس قسم کے افراد کی بیشمار مثالیں موجود ہیں. ان میں سے ایک داستان پیش کی جاتی ہے.

کسی زمانے میں ایک بہت طاقتور وزیر تھا جس نے اپنے زمانے میں بہت طاقت واثر حاصل کر لیا تھا. اور کسی کو اس کی مخالفت کرنیکی جراٴت نہ تھی.

ایک دن کسی محفل میں کچھ مذہبی علماء بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں وہ وزیر وہاں آگیا اور ان سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ تم لوگ کب تک یہ کہتے رہو گے کہ

دنیا کا کوئی خدا ہے۔ میرے پاس اس کی نفی کے لئے ہزاروں دلیلیں موجود ہیں۔

اس نے یہ جملہ بڑے غرور و نخوت کیساتھ کہا تھا۔ اس محفل میں موجود علماء جانتے تھے کہ وہ منطق و استدلال سے بے بہرہ ہے اور طاقت و اثر نے اس کو اتنا مغرور بنا دیا ہے کہ کوئی بھی حق بات اس پر اثر نہیں کرے گی۔ لہٰذا بے اعتنائی کے ساتھ اس کی اس بات پر خاموش رہے لیکن یہ خاموشی بامعنی اور تحقیر آمیز تھی۔

اس واقعہ کے کچھ دنوں بعد وزیر پر کچھ الزامات عائد ہوئے اور حکومتِ وقت نے اس کو گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا۔

اُس روز اس محفل میں موجود علماء میں سے ایک نے سوچا کہ اس وزیر کو خوابِ غفلت سے بیدار کرنے کا یہ اچھا موقع ہے اب چونکہ اس کا غرور ٹوٹ چکا ہے اور خود غرضی اور تکبّر کے پردے اس کی آنکھوں کے سامنے سے ہٹ گئے ہیں لہٰذا حق کو قبول کرنے کی حس اس میں بیدار ہوگئی ہوگی چنانچہ اگر اس وقت اسے نصیحت کی جائے تو ثمر بخش ثابت ہوگی وہ عالم ملاقات کی اجازت لے کر وزیر سے ملنے قید خانہ میں آیا۔ جب نزدیک پہونچا تو سلاخوں کے پیچھے سے اس نے دیکھا کہ وہ ایک تنہا کمرے میں ٹہل رہا ہے اور زیرِ لب کچھ اشعار گنگنا رہا ہے۔ اس نے غور سے سنا کہ یہ مشہور اشعار پڑھ رہا ہے:

ماہمہ شیران ولی شیرِ علم — حملہ مان از باد باشد دم بدم!
حملہ مان پیدا و ناپیدا است باد — جان فدای آن کہ ناپیدا است باد!

یعنی ہم اس شیر کی تصویروں کی مانند ہیں کہ جنہیں جھنڈوں پر بنا دیا

گیا ہے۔ جس وقت کہ ہوا چلتی ہے اور اس میں حرکت ہوتی ہے تو گویا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حملہ کر رہے ہیں۔ لیکن درحقیقت خود ان کی کوئی حقیقت اور حیثیت نہیں۔ اور یہ محض ہوا کی حرکت ہے جو اس کو طاقت عطا کرتی ہے۔ ہم بھی خواہ جتنے بھی طاقتور ہو جائیں ہماری اپنی کوئی حیثیت نہیں۔ وہ خدا جس نے ہم کو یہ طاقت عطا کی ہے جب بھی چاہے اسے ہم سے چھین سکتا ہے۔

مذکورہ عالم نے دیکھا کہ نہ صرف یہ کہ اب وہ خدا کا منکر نہیں رہا بلکہ ایک پرجوش خداشناس بن چکا ہے فوراً اس کے پاس جا کر احوال پرسی کی اور کہا کیا آپ کو یاد ہے کہ ایک روز آپ نے کہا تھا کہ خدا کے وجود کی نفی کے لئے میرے پاس ہزاروں دلیلیں موجود ہیں اب میں آیا ہوں کہ ان ہزاروں دلیلوں کا صرف ایک دلیل کے ذریعہ جواب دوں۔ خداوند وہ ہستی ہے کہ اس نے اتنی آسانی سے وہ عظیم الشان طاقت چھین لی

اس نے شرمندہ ہو کر سر جھکا لیا اور کوئی جواب نہیں دیا کیونکہ اسے اپنی غلطی کا اعتراف تھا اور وہ اپنی روح میں خدا کے نور کا جلوہ دیکھ رہا تھا۔

قرآن مجید فرعون کے بارے میں کہتا ہے:

حَتّٰٓی اِذَآ اَدْرَکَہُ الْغَرَقُ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِہٖ بَنُوْٓا اِسْرَآئِیْلَ (سورہ یونس آیت ۹۰)

(یہاں تک کہ جب (فرعون) ڈوبنے لگا تو کہنے لگا کہ جس خدا پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں میں بھی اس پر ایمان لاتا ہوں اس کے سوا کوئی معبود نہیں)

★ ★ ★

سوچیے اور جواب دیجیے:

۱۔ اس سچی داستان سے آپ نے کیا نتیجہ حاصل کیا مختصراً بیان کیجیے۔

۲۔ بنی اسرائیل کو "بنی اسرائیل" کیوں کہتے ہیں۔؟

۳۔ فرعون کون تھا۔ اور کہاں کا رہنے والا تھا اور اس نے کیا دعویٰ کیا تھا۔؟

چھٹا سبق

خدا کی معرفت کیلئے

دوسرا راستہ

خدا کی معرفت کیلئے دوسرا راستہ

بیرونی راستہ :

ہم اس دنیا پر ایک سرسری نظر ڈالیں تو دیکھیں گے کہ کائنات کا نظام درہم برہم اور بے ربط نہیں ہے بلکہ تمام مظاہر قدرت اپنی معینہ راہ پر گامزن ہیں۔ اور دنیا کی مشینریاں ایک عظیم الشان لشکر کی مانند ہیں جو منظم یونٹوں میں منقسم ہو کر اپنے معینہ مقاصد کی انجام دہی میں مصروف ہیں۔

اس سلسلے میں پیدا ہونے والے شکوک وشبہات کو مندرجہ ذیل نکتوں کے ذریعہ رفع کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ ہر زندہ مخلوق کو عالمِ وجود میں آنے اور باقی رہنے کیلئے کچھ خاص قوانین اور حالات کے ایک سلسلہ کے ساتھ ہم آہنگ ہونا چاہئے۔

مثلاً ایک درخت کے وجود میں آنے کیلئے زمین، مناسب آب وہوا اور مخصوص درجۂ حرارت کی ضرورت ہوتی ہے اور ان مخصوص شرائط کے مطابق

بیج بونا ضروری ہے تاکہ اس کی نشوونما اچھی طرح ہو۔ اگر درخت کی نشوونما کے لئے مناسب شرائط کا لحاظ نہ رکھا گیا تو اسکی نشوونما ممکن نہیں۔

ہر درخت کی نشوونما کیلئے ایک مخصوص ماحول اور زمین کا انتخاب کرنے اور لازمی چیزوں کو فراہم کرنے کا تعلق عقل اور علم ودانش سے ہوتا ہے۔

★ ★ ★

۲۔ تمام موجودات کی اپنی مخصوص تاثیر ہوتی ہے۔ آگ اور پانی کی اپنی الگ الگ خاصیت ہے جنہیں تبدیلی وتغیر ممکن نہیں۔ اور ہمیشہ ایک مقررہ قانون کے مطابق وہ اپنا اپنا کام انجام دیتے ہیں۔

★ ★ ★

۳۔ زندہ موجودات کے تمام اعضاء کا آپس میں ایک دوسرے سے رابطہ ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر انسان کے جسم کو ہی لے لیجئے کہ جنہیں خود ایک پوری دنیا آباد ہے۔ آپریشن کے وقت انسانی بدن کے تمام اعضاء میں ارادی اور غیر ارادی طور پر ایک خاص قسم کی ہم آہنگی پیدا ہو جاتی ہے۔ مثلاً اگر کوئی خطرہ درپیش ہے تو تمام اعضاء اس کی مدافعت کے لئے آمادہ ہو جائیں گے۔ یہ قریبی تعلق اور آپس میں ہم آہنگی اور ارتباط، کائنات کے نظم وضبط کی ایک اور زندہ مثال ہے۔

★ ★ ★

۴۔ کائنات کے نظام پر ایک نظر ڈالئے تو آپ پر یہ حقیقت آشکار ہو جائے گی کہ نہ صرف زندہ موجودات کے اعضاء اور جسم میں بلکہ دنیا کی دوسری مخلوقات

ہیں بھی آپس میں ایک قسم کا ارتباط اور ہم آہنگی پائی جاتی ہے مثلاً زندہ و متحرک مخلوقات کی پرورش اور نشو ونما کے لئے سورج گرمی اور روشنی پہونچاتا ہے۔ بادل پانی برساتے ہیں۔ ہوائیں چلتی ہیں نیز زمین اور زمینی منابع بھی اس میں مدد کرتے ہیں۔ یہ چیزیں کائنات میں ایک معینہ نظام کے وجود کی نشاندہی کرتی ہیں۔

★ ★ ★

عقل اور نظم و ضبط میں رابطہ

اس حقیقت سے سبھی واقف ہیں کہ کسی بھی مشینری کے نظم و ضبط اور اسکی ساخت سے اسکے بنانیوالے کی عقل و فہم، منصوبہ بندی اور اسکے مقاصد کی نشاندہی ہوتی ہے۔

کیونکہ انسان جہاں بھی ایک مکمل نظم و ضبط اور مستحکم قوانین کارفرما دیکھتا ہے تو اس نظام کو کنٹرول کرنے والے کی جستجو کرنا چاہتا ہے اور اپنے اس وجدانی ادراک کے لئے کسی استدلال کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔

وہ جانتا ہے کہ ایک نابینا شخص، ٹائپ کی مشین سے ایک خوبصورت تحریر یا ایک سماجی و تنقیدی مقالہ نہیں لکھ سکتا۔ یا ایک دو سالہ بچے کے کاغذ پر یونہی بے ترتیب قلم چلا دینے سے ایک خوبصورت پینٹنگ تیار نہیں ہو سکتی بلکہ اگر ہم ایک دلکش تحریر یا اعلیٰ درجہ کا مقالہ دیکھیں تو سمجھ جائیں گے کہ یہ کسی اعلےٰ درجے کے تعلیم یافتہ دانشور کے زور قلم کا نتیجہ ہے یا کسی میوزیم میں اگر کوئی بہت خوبصورت اور جاذب نظر پینٹنگ دیکھیں تو سمجھ لیں گے یہ کسی ماہر فن آرٹسٹ کی کوشش کا نتیجہ ہے۔ اگرچہ اس مقالے کے مصنف یا پینٹنگ کے آرٹسٹ کو ہم نے دیکھا نہیں ہے

اس طرح جہاں کہیں بھی کوئی منظم مشینری کارفرما ہوتی ہے تو اس کے ساتھ

ساتھ عقل و فہم کا ہونا بھی ضروری ہوتا ہے۔ جسقدر وہ مشینری بڑی ہوگی اسی کے مطابق وہ اتنی ہی پیچیدہ اور قابلِ قدر ہوگی اور اس کا ایجاد کرنے والا بھی اتنا ہی اعلیٰ درجے کی عقل و فراست کا مالک ہوگا۔

اس موضوع کو ثابت کرنے کیلئے کہ ہر منظم مشینری کو عقل و دانش کے مبداء و منبع کی ضرورت ہوتی ہے کبھی اڈوانس میتھمیٹکس (ADVANCED MATHEMTICS) کی اور کبھی ریاضی کی THEORY OF PRBABILITY (حساب احتمالات) کی ضرورت ہوتی ہے۔

اور اسکی مدد سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ مثلاً ایک جاہل آدمی اگر چاہے کہ ٹائپ کی مشین سے، اتفاقیہ طور پر مشین کے بٹنوں کو دبا دبا کر ایک مقالہ یا اشعار ٹائپ کرلے تو (THEORY OF PRBABILITY) کے مطابق اسکو کروڑوں برس لگ جائیں گے یہاں تک کہ کرۂ زمین کی پوری عمر بھی اس کے لئے کافی نہ ہوگی۔

مزید وضاحت کے لئے کتاب ”آفریدگار جہاں“ اور کتاب ”در جستجوی خدا“ کا مطالعہ کیجئے۔

★ ★ ★

قرآن مجید فرماتا ہے:۔

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ ط
أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝ (سورہ فصلت۔ آیۃ ۵۳)

(ہم عنقریب ہی اپنی (قدرت کی) نشانیاں اطراف (عالم) میں اور خود انسان کے وجود میں بھی دکھا دیں گے تاکہ وہ جان لیں کہ وہی یقیناً حق ہے۔ کیا اس کے وجود کے اثبات کیلئے یہی کافی نہیں ہے کہ وہ تمام چیزوں کے اسرار کو جانتا ہے)

سوچئے اور جواب دیجئے :

۱۔ چند ایسی صنعتی مشینوں کے نام بتایئے کہ جس کو دیکھنے سے محسوس ہوتا ہے کہ اس کا بنانے والا ماہر اور ہوشیار ہے۔

۲۔ "آفاق" اور "انفس" میں کیا فرق ہے۔ آفاق اور انفس میں خدا کی نشانیوں میں سے کچھ مثالیں پیش کیجئے۔

ساتواں سبق

نظمِ کائنات سے چند مثالیں

- ہمارے بدن کی مملکت کا مرکزی ہیڈ کوارٹر
- دماغ کا سب سے عجیب و غریب حصّہ۔
- حافظہ یا دماغ کا ایک اور حیرت انگیز حصّہ
- بے حس فطرت کس طرح باشعور چیزوں کی تخلیق کرسکتی ہے؟

نظمِ کائنات سے چند مثالیں

کائنات کے ذرّہ ذرّہ سے ایک قسم کے نظم وضبط، منصوبہ بندی اور اس کی تخلیق کے مقصد کا اظہار ہوتا ہے۔ آیئے چند مثالوں کے ذریعہ اس کا جائزہ لیتے ہیں۔ یہاں پر ہم نے آپ کے لئے چند چھوٹے اور بڑے نمونے جمع کئے ہیں :-

خوش قسمتی سے آج سائنسی علوم کی ترقی، عالم فطرت کی نیرنگیوں اور انسانوں حیوانات اور نباتات کے وجود کے اندر چھپی ہزاروں باریکیوں کے اسرار ورموز کے منکشف ہوجانے اور ایک ذرہ (CELL) اور ایک ایٹم میں چھپی بے پناہ طاقت کا راز معلوم ہوجانے نیز ستاروں کی حیرت انگیز دنیا کے نظام سے آشنا ہوجانے سے خدا کی معرفت اور خداشناسی کے دروازے ہم پر کھل گئے ہیں۔

بلاخوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ سائنسی علوم کی ساری کتابیں، دراصل توحید اور خداشناسی کی کتابیں ہیں کہ جو ہم کو پروردگار کی عظمت کا درس دیتی ہیں۔ کیونکہ ان کتابوں میں، اس کائنات کی مخلوقات کے دلکش نظام کے رازوں پر سے پردہ اٹھایا گیا ہے کہ جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس کائنات کا پیدا کرنے والا کس قدر عالم وقادر ہے۔

۱۔ ہمارے بدن کی مملکت کا مرکزی ہیڈ کوارٹر :-

ہماری کھوپڑی کے اندر ایک قسم کا خاکستری رنگ کا مادہ بھرا ہوا ہے کہ جسکو دماغ کہتے ہیں۔ یہ دماغ ہمارے جسم کی سب سے اہم اور پیچیدہ ترین مشینری کا کام دیتا ہے یہی مشینری ہمارے پورے بدن کے تمام نظام اور اس کی تمام طاقتوں اور صلاحیتوں کو کنٹرول کرتی ہے اور ہمارے جسم کی تمام مشینریوں کے نظام کو برقرار رکھتی ہے۔

اس عظیم مرکز کی اہمیت کا اندازہ لگانے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے، کہ آپ کو ایک واقعہ سناتے چلیں۔

رسالوں میں شائع ہوا تھا کہ کار کے ایک حادثہ میں شیراز کے ایک نوجوان طالب علم کے دماغ میں چوٹ لگ گئی بظاہر اس کے جسم پر کہیں بھی کوئی چوٹ نہیں لگی تھی اس کے تمام اعضاء صحیح وسالم تھے لیکن دماغ پر چوٹ لگنے کے نتیجہ میں، حیرت انگیز بات یہ ہوئی کہ وہ اپنی تمام گذشتہ زندگی کو فراموش کر بیٹھا اگرچہ اسکا دماغ صحیح طور پر کام کر رہا تھا اور وہ ہر بات کو سمجھتا تھا۔ مگر اپنے ماں باپ کو نہیں پہچانتا تھا۔ جب اس سے کہا جاتا کہ یہ تمہاری ماں ہے تو وہ حیرت سے دیکھنے لگتا اس کو شیراز میں اس کے اصلی مکان میں لے گئے اور اس کے ہاتھ کی بنائی ہوئی چیزیں جو کمرے کی دیواروں پر آویزاں تھیں اسے دکھائی گئیں لیکن وہ سب چیزوں کو حیرت سے دیکھتا تھا اور کہتا تھا کہ میں ان سب چیزوں کو پہلی بار دیکھ رہا ہوں۔

معلوم ہوا کہ دماغی چوٹ میں وہ CELLS (خلیئے) بیکار ہوگئے تھے جو

درحقیقت اس کے سوچنے سمجھنے کی طاقت اور اس کی یادداشت وحافظہ میں ارتباط پیدا کرنے والے تاروں کا کام انجام دے رہے تھے۔ اور جس طرح سے کہ بجلی کا فیوز اڑجانے سے بجلی منقطع ہوجاتی ہے اور تاریکی چھاجاتی ہے، اسی طرح اسکی (گذشتہ) یادداشت اور حافظہ پر بھی فراموشی کی تاریکی چھاگئی تھی۔

شاید دماغ کا وہ ایک نقطہ جو معطل و مفلوج ہوگیا تھا سوئی کی نوک سے زیادہ بڑا نہ تھا لیکن اس نوجوان کی زندگی پر اس نے کتنا زبردست اثر چھوڑا تھا۔ اس واقعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ہمارے دماغ کی مشینری کتنی پیچیدہ اور کتنی اہمیت کی حامل ہے۔

دماغ اور اعصابی نظام کا تعلق دو مختلف حصوں سے ہے۔

۱۔ پہلا حصہ جو ارادی نظام کو کنٹرول کرتا ہے یعنی ہمارے بدن کی تمام اختیاری حرکات مثلاً چلنا۔ دیکھنا۔ بولنا وغیرہ اسی کے تحت انجام پاتی ہیں۔

۲۔ غیر ارادی نظام جو دل اور معدہ کی حرکات اور اسی طرح کی مشینریوں کے نظام کو چلاتا ہے اور دماغ کے اس حصے کے ایک گوشے کے بیکار ہوجانے سے دل یا دوسری مشینریاں بیکار ہوجاتی ہیں۔

★ ★ ★

دماغ کا سب سے عجیب و غریب حصہ:

"مغز" انسان کے ہوش و حواس، ارادہ و شعور اور حافظہ کا مرکز ہے یا مختصر الفاظ میں یوں کہیں "مغز" دماغ کا سب سے اہم اور حساس ترین حصہ ہے اور ہمارے اندرونی جذبات اور ذہنی ردِعمل (مثلاً غصہ، خوف اور اسی قسم کی دوسری

چیزیں) کا تعلق اسی حصے سے ہے۔

اگر ایک جانور کے مغز کو نکال لیں لیکن اس کا باقی جسم صحیح و سالم رہے تو وہ زندہ تو رہے گا لیکن اس کی فہم و شعور بالکل ختم ہوجائے گی۔ ایک کبوتر کا مغز نکال لیا گیا اس کے بعد وہ کچھ دن تو زندہ رہا لیکن جب اس کے سامنے دانہ ڈالا جاتا تو اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ اور بھوک کے باوجود اس کو کھاتا نہ تھا اگر اس کو پرواز کے لئے آمادہ کیا جاتا تو اس وقت تک اڑتا رہتا جب تک کہ کسی چیز سے ٹکرا کر گر نہ جاتا۔

★ ★ ★

حافظہ یا دماغ کا ایک اور حیرت انگیز حصہ:

کیا آپ نے کبھی غور کیا ہے کہ ہماری یادداشت اور حافظہ کی قوت کس قدر عجیب و غریب ہے؟ اگر ہم سے ایک گھنٹے کے لئے بھی حافظہ (یادداشت کی قوت) چھین لیا جائے تو ہم کس مصیبت میں گرفتار ہوجائیں گے۔

حافظہ کا مرکز، جو کہ ہمارے دماغ کا ایک نہایت چھوٹا سا حصہ ہے۔ پوری زندگی کی یادوں کو اپنی تمام خصوصیات کے ساتھ محفوظ کئے رہتا ہے۔ ہر وہ شخص جس سے ہمارا تعلق ہے، اسکی خصوصیات کو، اس کی شکل و صورت، رنگ، لباس، اخلاق و ادب سب کو اپنے آپ میں محفوظ کرکے ہر ایک کے لئے ایک مخصوص فائل مرتب کرتا ہے لہٰذا اس شخص کا سامنا ہوتے ہی، ہماری فکر، ان تمام فائلوں کے انبار میں سے اس کی فائل باہر نکال لیتی ہے اور فوراً اس پر ایک نظر ڈالتی ہے اس کے بعد ہم کو حکم دیتی ہے کہ اس کے ساتھ کیسا رویہ اختیار کیا جائے۔

اگر دوست ہے تو اس کا احترام کیا جائے اور اگر دشمن ہے تو اظہار تنفر کیا جائے۔ لیکن یہ سارے کام نہایت سرعت کے ساتھ چشم زدن میں انجام پاجاتے ہیں۔ مزید تعجب خیز بات تو یہ ہے کہ جو کچھ ہمارے حافظہ میں موجود ہے اسے چاہیں تو ہم کاغذ پر تصویروں کے ذریعہ یا کیسٹ میں محفوظ کریں۔ بلاشک و شبہ اس کام کے لئے بہت سے اوراق اور کیسٹ درکار ہیں اس سے ایک بڑا اسٹور روم بھر سکتا ہے۔ اور اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز چیز تو یہ ہے کہ اس انبار سے ایک تصویر یا ایک کیسٹ نکالنے کے لئے ایک فائل کلرک کی ضرورت ہوتی ہے لیکن ہمارا حافظہ ان تمام کاموں کو انتہائی سادگی اور سرعت کیساتھ تنہا انجام دیتا ہے۔

بے حس فطرت کس طرح باشعور چیزوں کی تخلیق کر سکتی ہے؟

انسانی دماغ کی حیرت انگیز باریکیوں کے بارے میں بہت سی کتابیں لکھی جاچکی ہیں کہ جن میں متعدد کتابیں اسکولوں اور یونیورسٹیوں کے نصاب میں شامل ہیں۔

کیا اس بات پر یقین کیا جاسکتا ہے کہ یہ غیر معمولی، عجیب وغریب، پیچیدہ اور پراسرار مشینری ایک بے شعور فطرت نے پیدا کی ہے اور کیا یہ اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز بات نہیں کہ ہم عقل سے بے بہرہ فطرت کو عقل کا خالق سمجھیں؟

قرآن مجید فرماتا ہے:

......وَفِي أَنفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ (سورۂ ذاریات آیت ۲۱)

(تمہارے وجود کے اندر خدا کی عظمت و بزرگی کی عظیم نشانیاں موجود ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے؟)

★ ★ ★

سوچئے اور جواب دیجئے:

۱۔ انسانی دماغ کی حیرت انگیزیوں سے متعلق کیا آپ کو اور کوئی واقعہ یاد ہے؟

۲۔ خداوند عالم نے انسانی دماغ کو گوناگوں حوادث سے بچانے کے لئے کیا تدابیر کی ہیں؟

آٹھواں سبق

ایک چھوٹے سے پرندے کے اندر عجائبات کی ایک دنیا آباد ہے

- چمگادڑ اور اس کی عجیب و غریب خلقت
- اس ناچیز پرندے کے چھوٹے سے جسم میں حیرت انگیز مشینری کس نے رکھ دی؟
- نہج البلاغہ اور چمگادڑ کی خلقت۔

چمگادڑ اور اس کی عجیب و غریب خلقت

اب ہم اپنے جسم کے متعلق بحث کو (جو کہ ایک بہت بڑے ملک کی مانند ہے اور اگرچہ ابھی ہم نے اس کے سات شہروں کی ایک گلی کو بھی نہیں دیکھا ہے) ختم کرتے ہوئے اس سبق میں موجوداتِ عالم کے حیرت انگیز نظام کے چند نمونوں کا سرسری جائزہ لیں گے۔

شب کی تاریکی میں ہم آسمان پر ایک نظر ڈالتے ہیں وہاں پر ایک خاص پرندے کو تاریکیوں میں اڑتا ہوا دیکھتے ہیں جو نہایت دلیری کے ساتھ اپنی غذا حاصل کرنے کے لئے محو پرواز ہے۔

یہ پرندہ "چمگادڑ" ہے کہ جس کی ہر چیز عجیب و غریب ہے لیکن عین تاریکیٔ شب میں اس کی پرواز سب سے زیادہ حیرت انگیز ہے۔ رات کے اندھیرے میں کسی بھی چیز سے ٹکرائے بغیر چمگادڑ کا تیزی سے اڑنا، اس قدر تعجب خیز ہے کہ اس سلسلے میں جتنا بھی مطالعہ کیا جائے اس پراسرار پرندے کے بارے میں نئے نئے انکشافات ہوں گے۔

یہ پرندہ اندھیرے میں اتنی ہی تیزی اور دلیری کے ساتھ حرکت کرتا ہے جتنا کہ ایک تیز پرواز کبوتر دن کی روشنی میں یہ مسلم ہے اگر اس کے پاس رکاوٹوں کا علم حاصل کرنے کا ذریعہ نہ ہوتا تو اس طرح پرواز نہ کرسکتا۔

اگر اسکو ایک نہایت تنگ و تاریک اور پُر پیچ سرنگ میں کہ جہاں دھواں بھرا ہوا ہو چھوڑ دیا جائے تو وہ تمام پیچ وخم سے آسانی کے ساتھ ایک بار بھی سرنگ کی دیوار سے ٹکرائے بغیر گذر جائے گا اور اس کے پروں پر دھویں کا ذرا سا بھی اثر نہ ہوگا۔

چمگادڑ کی عجیب وغریب خاصیت "راڈر" کی خاصیت سے مشابہ ہے پہلے توہم راڈر کو سمجھیں کہ کیا ہے تاکہ اس حقیر سے پرندے چمگادڑ کے وجود کی بناوٹ کو سمجھ سکیں۔

علم فزکس (PHYSICS) میں "آواز" کی بحث میں ہم صوت یا آواز سے ماوراء لہروں کا ذکر سنتے ہیں۔ یہ لہریں وہی لہریں ہیں کہ جسکی لمبائی اور FREQUENCY اتنی زیادہ ہے کہ انسان کے کان اس کو درک کرنے سے قاصر ہیں اور اسی لئے اس کو "ماوراء صوت" کہا جاتا ہے۔

جس وقت کہ ان لہروں کو ایک طاقتور ٹرانسمیٹر کے ذریعہ چھوڑا جاتا ہے تو یہ لہریں ہر طرف سے آگے کی طرف جاتی ہیں لیکن اگر فضا کے کسی نقطہ میں ایک دیوار یا رکاوٹ (BARRIER) مثلاً دشمن کا ہوائی جہاز ہو یا کسی دوسرے قسم کی کوئی رکاوٹ) کا سامنا ہو جائے تو اس کا انجام وہی ہوتا ہے جس طرح سے کہ ایک گیند دیوار سے ٹکرا کر واپس لوٹ آتا ہے یا ٹھیک اس کی طرح کہ اگر ایک پہاڑ یا بلند دیوار کے پاس آواز لگائیں تو اس کی بازگشت سنائی دیتی ہے یعنی ذرا دیر بعد واپس آجاتی ہے۔ یہ لہریں اس رکاوٹ کے فاصلہ کا بالکل صحیح اندازہ لگا سکتی ہیں۔

بہت سے طیارے اور پانی کے جہاز "راڈر" کے ذریعہ کنٹرول کئے جاتے ہیں اور جدھر جانا چاہتے ہیں چلے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ دشمن کے طیاروں اور جہازوں کا پتہ لگانے کیلئے بھی راڈر سے استفادہ کیا جاتا ہے۔

دانشوروں کا کہنا ہے کہ اس چھوٹے سے پرندے کے وجود کے اندر بھی راڈر

جیسی مشین موجود ہے اگر اس کو ایک کمرے میں اڑائیں اور اسی لمحے ایک ایسے مائیکروفون کو لگا دیں کہ جو ماوراء صوت لہروں کو سننے کے قابل لہروں میں تبدیل کر دیتا ہے تو کمرے میں کانوں پر بار بار ہونے والی تیز آواز گونجنے لگے گی اور ہر سکنڈ میں تیس سے لیکر ساٹھ مرتبہ چمگادڑ کی ماوراء صوت لہریں سنائی دینے لگیں گی۔

البتہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ لہریں چمگادڑ کے کس عضو کے ذریعہ ہوتی ہیں یعنی اس کی بھیجنے والی مشینری (یعنی TRANSMITTER) کونسی ہے اور جذب کرنے والی مشینری (یعنی RECEIVER) کہاں ہے؟

دانشور اس سوال کے جواب میں کہتے ہیں کہ یہ لہریں چمگادڑ کے حنجرہ (LARYNX) حلق کا وہ حصہ جس سے آواز پیدا ہوتی ہے) کے ذریعہ پیدا ہوتی ہیں اور اس کی ناک کے سوراخوں کے ذریعہ باہر نکال دی جاتی ہیں۔ اور اس کے بڑے بڑے کان لہروں کو جذب کرنے والی مشینری (Receivers) کا کام انجام دیتے ہیں۔

اس بناء پر چمگادڑ اپنی رات کی سیر وسیاحت میں اپنے کانوں کی مرہون منت ہے "ژورین" نام کے ایک روسی دانشور نے تجربات کے ذریعہ ثابت کیا ہے کہ اگر چمگادڑ کے کانوں کو کاٹ لیں تو اسے تاریکی میں پرواز کرنے میں مشکل ہوگی۔ لیکن اگر اس کی آنکھوں کو مکمل طور پر نکال لیں تو وہ پوری مہارت کیساتھ پرواز کرے گی یعنی چمگادڑ اپنے کانوں کی مدد سے دیکھتی ہے نہ کہ اپنی آنکھوں سے۔ اور یہ ایک عجیب وغریب چیز ہے۔ (ذرا غور کیجئے)

اس ناچیز پرندے کے چھوٹے سے جسم میں حیرت انگیز مشینری کسنے رکھدی ہے؟

آپ ذرا سوچئے کہ اس ناچیز پرندے کے چھوٹے سے جسم میں یہ حیرت انگیز اور

عجیب وغریب دو مشینریاں کس نے رکھدی ہیں ۔ اور اس سے استفادہ کرنے کا سبق اس کو کس نے سکھایا ہے کہ وہ اس اطمینان بخش وسیلہ کی پناہ میں رات کی تاریکی میں حرکت کرنے کے سبب پیش آنیوالے بیشمار خطرات سے محفوظ رہے ؟

سچ کہئے وہ کون سی ہستی ہے ؟

آیا یہ ممکن ہے کہ عقل وشعور سے بے بہرہ فطرت ایسا کام انجام دے ؟ اور ایک ایسی مشینری (راڈر) کہ جس کو بہت بڑے دانشور بہت زیادہ سرمایہ خرچ کر کے بناتے ہیں، اس سادگی کے ساتھ، اس کے وجود میں رکھدے ؟ شایستہ ستائش آن آفریدگاری است ، کارچنین دلاویز، نقشی زماء وطینی

(لائق تعریف ہے وہ خالق کہ جس نے ایسے دلآویز کام انجام دیئے اور پانی و مٹی سے ایسے دلکش نقش ونگار بنائے)

★ ★ ★

نہج البلاغہ اور چمگادڑ کی خلقت

امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نہج البلاغہ میں ایک مفصل خطبہ کے ضمن میں کہ جسمیں چمگادڑ کی خلقت کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے فرماتے ہیں :

فَلَا یَرُدُّ اَبْصَارَهَا اِسْدَافُ ظُلْمَتِهِ وَلَا تَمْتَنِعُ مِنَ الْمُضِیِّ فِیهِ لِغَسَقِ دُجُنَّتِهِ ...... فَسُبْحَانَ الْبَارِئِ لِکُلِّ شَیْءٍ عَلٰی غَیْرِ مِثَالٍ ۔ یعنی رات کی تاریکیاں چمگادڑ کی آنکھوں کو دیکھنے سے نہیں روکتیں اور نہ ہی اس کی گھٹاٹوپ اندھیاریاں اسے چلنے سے باز رکھتی ہیں ..... پاک وپاکیزہ اور ہر چیز سے بالاتر ہے

اس خدا کی ذات، کہ جس نے پہلے سے موجود کسی نمونے کے بغیر تمام چیزوں کی تخلیق کی)

(نہج البلاغہ خطبہ ۱۵۳)

★ ★ ★

سوچئے اور جواب دیجئے :

۱۔ چمگادڑ کی خلقت کے بارے میں آپ کچھ اور دلچسپ باتیں جانتے ہیں ۔ ؟

۲۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ چمگادڑ کے بال و پر، اس کے بچہ پیدا کرنے بلکہ اس کے سونے کا انداز بھی دوسرے حیوانات سے مختلف ہے ۔ یعنی یہ اپنی نوعیت کا ایک عدیم المثال پرندہ ہے ۔

نواں سبق
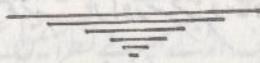
حشرات اور پھولوں کی دوستی

- موسم بہار اور سرسبز وشاداب منظر ۔
- نر اور مادہ درختوں کے درمیان ازدواجی تعلقات کس طرح قائم ہیں ؟
- توحید کا ایک سبق ۔

موسم بہار اور سرسبز وشاداب منظر

موسم بہار کی ایک خوشگوار صبح کو جب کہ ہلکی ہلکی گرمی پڑنا شروع ہوگئی ہو ذرا باغوں اور سرسبز وشاداب کھیتوں کی سیر کو چلیئے ۔ سینکڑوں قسم کے چھوٹے چھوٹے کیڑے مکوڑے، شہد کی مکھیاں، بھنورے، تتلیاں، اور ننھے ننھے پتنگے، آپ کو بغیر کسی شور و غل کے چاروں طرف اڑتے پھرتے نظر آئیں گے کہ جو ایک درخت سے اڑ کر دوسرے درخت پر بیٹھ رہے ہیں اور اِس شاخ سے اس شاخ پر پرواز کر رہے ہیں.

یہ سب اپنے کاموں میں اتنی سرگرمی کیساتھ مشغول ہیں کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک غیر مرئی یا خفیہ طاقت' ایک سنجیدہ حاکم کی مانند' ان کے سر پر کھڑی برابر ان کو حکم دے رہی ہے . اور پھولوں کے زیرے کے زرد رنگ میں لتھڑے ہوئے انکے پاؤں دیکھکر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مزدور اپنے کام کی وردی پہنے ہوئے ، اپنے کارخانے میں بہت دلچسپی اور سنجیدگی کے ساتھ، جو کام انھیں سونپا گیا ہے اس میں مشغول ہیں.

یقیناً ان کو بہت بڑی ذمہ داری اور کام سونپا گیا ہے . یہ ذمہ داری اتنی اہم ہے کہ پروفیسر لیئون برٹن (PROF LEON BRITON) اسکے بارے میں کہتے ہیں : "بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ اگر یہ حشرات نہ ہوتے تو ہماری پھلوں کی ٹوکریاں خالی رہ جاتیں" اور ہم اس قول میں اس جملہ کا اضافہ کرتے ہیں کہ :

ہمارے باغوں اور کھیتوں میں جو سرسبزی وشادابی اور طراوت نظر آتی ہے، وہ کچھ برسوں کے بعد مکمل طور پر ختم ہو جاتی،

کیونکہ یہ حشرات درحقیقت پیڑ پودوں کے بیجوں کو تیار کرتے ہیں اور پھلوں کی پرورش کرتے ہیں یقیناً آپ پوچھیں گے کہ کیوں۔؟

کیونکہ نباتات کا اہم ترین حیاتی عمل یعنی عمل تخلیق (FECUNDATION) ان کی مدد سے انجام پاتا ہے یقیناً آپ نے یہ نکتہ تو سنا ہوگا کہ حیوانات کی طرح پھولوں میں بھی نر و مادہ دو قسمیں ہوتی ہیں کہ جب تک ان کے درمیان جنسی ملاپ کا عمل انجام نہ پائے اس میں پھول اور پھل پیدا نہ ہوں گے۔

لیکن کیا آپ نے کبھی اس بات پر غور کیا ہے کہ مختلف قسم کے پیڑ پودے جو بے حس و حرکت ہوتے انہیں آپس میں ملاپ اور اختلاط کا عمل کسطرح انجام پاتا ہے۔ اور نر درخت کا نطفہ (SPERMATOZOA) مادہ درختوں کے رحم (OVARY) سے کس طرح ملتا ہے اور دونوں کے درمیان ازدواجی تعلقات کس طرح قائم ہوتے ہیں۔

نر اور مادہ درختوں کے درمیان ازدواجی تعلقات کسطرح قائم ہیں

یہ عمل اکثر اوقات حشرات کے ذریعہ انجام پاتا ہے اور بعض حالتوں میں ہوا کے ذریعہ بھی۔ لیکن یہ کام ایسا آسان نہیں ہے جیسا کہ ہم سمجھ رہے ہیں۔ بلکہ یہ مبارک اور پر برکت شادی جو حشرات کے ذریعہ انجام پاتی ہے اور تیاریاں کی جاتی ہیں وقت

و تاریخیں مقرر کی جاتی ہیں اور ان سب کاموں کی انجام دہی میں طویل اور دلچسپ واقعات عمل میں آتے ہیں۔ اس سلسلے میں ایک واقعہ آپکو سناتے ہیں:

علوم طبیعیات کے ماہرین نے عمیق مطالعہ کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا کہ نباتات اور پھول، علم جمادات کے دوسرے دور کے نصف دوم میں وجود میں آئے ہیں اور خلقت عالم کی طویل تاریخ کے دور میں یہ دونوں، وفادار اور گہرے دوستوں کی مانند رہتے آئے ہیں اور ایک دوسرے کے وجود کی تکمیل کرتے رہے ہیں۔

پھول اپنے دوستوں کا منھ میٹھا کرنے کیلئے اور انھیں اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے ہمیشہ بیحد میٹھا رس اپنے اندر ذخیرہ کر کے رکھتے ہیں اور جس وقت حشرات، نر درخت کے مادّے کو مادہ درخت میں منتقل کرنے کے لئے پھولوں کے اندر داخل ہوتے ہیں تو یہ پھول یہ میٹھا رس ان کو پیش کرتے ہیں یہ خوش ذائقہ بہترین رس حشرات کو اس قدر پسند آتا ہے کہ وہ بے اختیار اس کی طرف کشاں کشاں چلے آتے ہیں۔

کچھ ماہر نباتات (BOTANISTS) کا خیال ہے کہ پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو اور دلکش رنگ و روپ بھی حشرات کو اپنی طرف کھینچنے میں ایک اہم کردار ادا کرتا ہے۔ شہد کی مکھیوں پر مختلف تجربات کئے گئے اُن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ پھولوں کے مختلف رنگوں اور خوشبو کو پہچانتی ہیں۔

درحقیقت یہ پھول، حشرات کیلئے اپنے آپکو اس طرح سے سجاتے بناتے ہیں اور خوشبوئیں بساتے ہیں کہ باذوق بھنورے اور خوش سلیقہ مکھیاں ان کی دلکشی کو دیکھکر ان کیطرف کھینچتی ہیں اور پھولوں کی دعوت کو قبول کرتی ہیں اور جلد ہی اس مرحلہ کی ابتدائی کارروائیوں کا آغاز کر کے ان کی شیرینی بھی کھاتی ہیں۔

اور یہی مخصوص قسم کا شیریں رس حشرات کی بہترین غذا مانا جاتا ہے اور جب

یہ اس کو ایک جگہ جمع کر لیتے ہیں تو شہد تیار ہو جاتا ہے کیونکہ جس وقت یہ حشرات پھولوں کے پاس آتے ہیں تو اس میں سے تھوڑی سی مٹھاس تو خود کھا لیتے ہیں اور ایک بڑی مقدار اپنے ساتھ لے آتے ہیں اور اپنے چھتہ میں جمع کر لیتے ہیں۔ محبت اور دوستی کا یہ معاہدہ جسمیں دونوں ہی کا فائدہ ہے، ہمیشہ سے حشرات اور پھولوں کے درمیان قائم ہے اور ہمیشہ قائم رہے گا۔

توحید کا ایک سبق:

جس وقت انسان، پھولوں اور حشرات کی زندگی کے ان حیرت انگیز اور دلچسپ نکات کا مطالعہ کرتا ہے تو بے اختیار اپنے آپ سے پوچھتا ہے کہ پھولوں اور حشرات کے درمیان محبت و دوستی کا یہ رشتہ کس نے قائم کیا ہے؟

پھولوں کو یہ دلکش رنگ و روپ اور خوشبو کس نے عطا کی ہے؟

کس نے ان کو خوش ذائقہ مٹھاس بخشی ہے کہ حشرات انکی طرف بے اختیار کھنچے چلے آتے ہیں۔

کیڑوں، بھنوروں، شہد کی مکھیوں، اور تتلیوں کو یہ دلکشی، رعنائی اور نازک نازک پاؤں کس نے عطا کیئے ہیں کہ وہ پھولوں کے مادّہ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کا کام انجام دیا کرتے ہیں۔

مکھیاں کیوں ایک مدت تک کسی خاص قسم کے پھولوں کی طرف متوجہ رہتی ہیں اور اس کائنات میں حشرات الارض اور پھولوں کی زندگی کی تاریخ کا آغاز ایک ساتھ کیوں ہوا ہے؟

آیا کوئی بھی انسان، خواہ وہ کتنا ہی ہٹ دھرم ہو، اس بات پر یقین کر سکتا ہے کہ یہ تمام واقعات پہلے سے کوئی اسکیم اور پروگرام بنائے بغیر ظہور میں آئے

ہیں اور بے حس و حرکت فطرت ان حیرت انگیز واقعات کو خود بخود وجود میں لے آئی ہے۔ ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا۔

قرآن مجید فرماتا ہے:

وَاَوْحٰی رَبُّكَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَ ○ ثُمَّ كُلِیْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِیْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ؕ

(سورہ نحل۔ آیہ ۶۸ — ۶۹)

(ترجمہ: تمہارے پروردگار نے شہد کی مکھیوں کے دل میں یہ بات ڈالی کہ تو پہاڑوں، درختوں اور لوگ جو اونچی اونچی ٹٹیاں (مکانات پاٹ کر) بناتے ہیں ان میں اپنے چھتے بنا۔ پھر ہر طرح کے پھولوں سے ان کا عرق چوس۔ پھر اپنے پروردگار کی راہوں میں تابعداری کیساتھ چلی جا۔

سوچیے اور جواب دیجیے:

۱۔ پھولوں کی مٹھاس اور ان کے رنگ و بو سے کیا فائدہ ہے؟

۲۔ شہد کی مکھیوں کی دلچسپ زندگی کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟

دسواں سبق
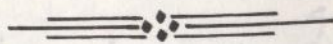
کائنات کی بیحد چھوٹی چیزیں

- ایٹم کی پُراسرار دنیا
- ایٹم توحید کا درس دیتے ہیں
- غیر معمولی نظام یا نظم وضبط
- طاقتوں کا اعتدال
- ہر مخلوق اپنے معینہ راستہ پر گامزن ہے
- ایٹم کی عظیم طاقت۔

کائنات کی بیحد چھوٹی چیزیں

چونکہ ہم اس کائنات کی گوناگوں نیرنگیوں کے درمیان پرورش پاتے ہیں اس لئے ہمیں ان کی عادت سی ہوگئی ہے لہٰذا بہت ممکن ہے کہ ان حیرت انگیز موجودات کی اہمیت سے بے خبر ہوں مثلاً:

۱۔ ہمارے چاروں طرف ایسے بہت سے بیحد چھوٹے چھوٹے کیڑے مکوڑے اور جانور موجود ہیں کہ جن میں سے بعض شاید ایک یا دو ملی میٹر سے بھی چھوٹے ہوں لیکن اس کے باوجود ایک بڑے سے جانور کی طرح وہ ہاتھ پاؤں، آنکھیں، کان یہاں تک کہ دماغ، سمجھ، اعصاب اور ہاضمہ کا نظام (DIGESTIVE SYSTEM) رکھتے ہیں اگر ایک چیونٹی کے دماغ کو مائیکروسکوپ (MICROSCOPE) سے دیکھیں اور اس کے جسم کی حیرت انگیز بناوٹ پر غور کریں تو دیکھیں گے کہ اس کے جسم کی ساخت کیسی عجیب وغریب اور دلچسپ ہے۔ چیونٹی کے چھوٹے سے جسم کے مختلف حصے جیسیں سے ہر ایک حصہ، اس کے جسم کے کسی حصہ کو کمانڈ کرتا ہے، ایک دوسرے کے پہلو بہ پہلو چنے ہوئے ہیں اور ان کی وضع میں ذراسی بھی تبدیلی بدن کے اس حصے کو بیکار کر دیتی ہے۔

حیرت کی بات تو یہ ہے کہ اس چھوٹے سے دماغ میں جو کہ پن (PIN) کے سرے سے بھی چھوٹا ہے، ہوش وخرد، تمدن، ذوق وہنر کی ایک دنیا چھپی ہوئی

ہے۔ اور دانشوروں کی ایک جماعت نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ، اس جانور کی زندگی کے مطالعہ میں صرف کرکے، اسکے بارے میں حیرت انگیز اور دلچسپ نکات کا انکشاف کیا ہے اور انھیں اپنی کتابوں میں محفوظ کیا ہے۔

کیا یہ ممکن ہے کہ ایک ایسی چھوٹی سی مخلوق کے اندر یہ تمام ہوش وخرد اور ذوق جس نے جمع کردیئے ہیں وہ فطرت ہو جو کہ خود ایک سوئی کی نوک کے برابر بھی عقل وشعور نہ رکھتی ہو۔

ایٹم کی پُراسرار دنیا

۲۔ ابتک سب سے چھوٹی جس چیز کا انکشاف ہوا ہے وہ ایٹم (ATOM) اور اس کے اجزا ہیں۔ ایٹم اس قدر چھوٹا سا ذرہ ہے کہ طاقتورترین مائیکروسکوپ تک، کہ جس سے ایک تنکا پہاڑ نظر آتا ہے، اس کو دیکھنے سے قاصر ہے۔

اگر آپ جاننا چاہتے ہیں کہ ایٹم کس قدر چھوٹا ہے تو یہ سمجھ لیجیے کہ تمام روئے زمین پر جتنے انسان ہیں اس سے بھی زیادہ تعداد میں پانی کے ایک قطرہ میں ایٹم موجود ہے۔

اور اگر ایک سینٹی میٹر لمبے باریک تار کے پروٹون (PROTONS) شمار کرنا چاہیں اور اس کام کے لئے ہزاروں آدمیوں کی مدد لیں اور ان میں سے ہر ایک ایک سیکنڈ میں ایک پروٹون کو جدا کرے تو ان سب کو شمار کرنے کیلئے تیس ۳۰ سے لے کر تیس سو برس تک کے (ایٹموں کی مختلف قسموں کے مطابق) شب و روز درکار ہوں گے۔

اب یہ دیکھئے کہ ایک سینٹی میٹر لمبے باریک تار میں اس قدر ایٹم (ایٹمی ذرات) موجود ہیں تو سوچئے کہ ہمارے اس آسمان، زمین، آب وہوا، ستاروں اور نظام شمسی میں کسقدر ایٹم موجود ہوں گے۔

کیا انسانی فکر، اس چیز کے تصور ہی سے تھک نہیں جائے گی؟ اور سوائے خالق کائنات کے کوئی ان کا حساب لگا سکتا ہے؟

ایٹم، توحید کا سبق دیتے ہیں:

آج کی دنیا میں ایٹم سب سے اہم اور دلچسپ موضوع بحث ہے، یہ ننھے منے ذرے ہم کو توحید کا سبق دیتے ہیں کیونکہ ایٹم کی دنیا میں سب سے زیادہ چار چیزیں قابل توجہ ہیں:

۱۔ غیر معمولی نظام یا نظم وضبط

ایک سو سے زیادہ عناصر کا انکشاف ہو چکا ہے کہ جن کے الکٹرون (ELECTRON) کی تعداد بتدریج ایک سے شروع ہو کر سو سے زیادہ پر ختم ہوتی ہیں ایک بے شعور فطرت کے ذریعہ یہ عجیب و غریب نظام ہرگز ظہور میں نہیں آسکتا۔

۲۔ طاقتوں کا اعتدال

ہم جانتے ہیں کہ بجلی کی دو قسمیں (NAGATIVE PASATIVE "مثبت" اور "منفی" ایک دوسرے کیجانب کھینچتی ہیں اور اس بناء پر وہ الکٹرون جو بجلی کے منفی چارج رکھتے ہیں اور وہ نیوکلس (NUCLEUS) جو مثبت چارج رکھتے ہیں آپس میں ایک دوسرے کیطرف کھینچتے ہیں۔

ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ نیوکلس کے گرد الکٹرون کی دائروں میں گردش کرنے سے مرکز سے پرے ہٹانے والی طاقت وجود میں آتی ہیں اور اس طرح مرکز سے پرے ہٹانے والی طاقت چاہتی ہے کہ الکٹرون کو ایٹم کے آس پاس سے دور ہٹادے اور ایٹم کے اجزاء کو الگ کردے اور جذب کرنیوالی طاقت چاہتی ہے کہ الکٹرون کو جذب کرلے اور ایٹم کو ختم کردے۔

یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ کس طرح نہایت باریکی اور مہارت کے ساتھ قوتِ جاذبہ اور قوتِ دافعہ (جذب کرنیوالی اور پرے ہٹانے والی طاقت) ایٹم میں شامل ہے کہ جس کے ذریعہ نہ تو الکٹرون فرار ہوسکتے ہیں اور نہ جذب ہوسکتے ہیں بلکہ ہمیشہ معتدل حالت میں اپنی حرکت جاری رکھتے ہیں کیا یہ ممکن ہے کہ اندھی، بہری فطرت اس طرح کا توازن و اعتدال وجود میں لاسکے۔

۳۔ ہر مخلوق اپنے معینہ راستہ پر گامزن ہے:

جیسا کہ ہم نے بتایا کہ بعض ایٹموں میں الکٹرون زیادہ ہوتے ہیں البتہ ایسا نہیں ہے کہ یہ تمام الکٹرون ایک ہی مدار پر حرکت کریں بلکہ یہ الکٹرون کروروں سال سے متعدد مداروں پر، معینہ فاصلوں اور اپنے اپنے راستوں پر (اپنی اپنی سرحدوں کے اندر) تیزی سے حرکت کررہے ہیں۔ اور اس میں کوئی تغیر و تبدیلی نہیں ہوتی۔ معینہ مداروں پر گردش کا یہ حیرت انگیز نظام، کوئی معمولی بات نہیں ہے۔

۴۔ ایٹم کی عظیم طاقت:

ایٹم کی عظیم طاقت کا اندازہ لگانے کے لئے فقط یہ بات ذہن میں رکھئے

کہ: میکسیکو (MEXICO) کے بے آب وگیاہ ریگستان میں ۱۹۴۵ء میں ایک ایٹمی تجربہ کیا گیا۔ ایک بہت چھوٹے سے ایٹم بم کو ایک فولادی مینار پر سے چھوڑا گیا۔ دھماکہ کے بعد فولادی مینار پگھل کر بھاپ بن گیا اور اسمیں سے ایک خوفناک آواز اور بجلی پیدا ہوئی۔ جب اس کو دیکھنے کے لئے دانشور وہاں پہونچے تو وہاں اس کا نام ونشان تک باقی نہ تھا۔

اسی سال جاپان میں دو چھوٹے بم پھینکے گئے ایک ناگاساکی شہر پر اور دوسرا شہر ہیروشما پر۔ ناگاساکی میں ستر ہزار افراد کی جانیں گئیں اور اتنی ہی تعداد میں لوگ زخمی ہوئے۔ ہیروشما میں تینتیس سے لے کر چالیس ہزار افراد ختم ہوگئے اور اتنے ہی مجروح ہوئے کہ جس کے بعد جاپان کو امریکہ کے سامنے بغیر کسی شرط کے جھکنا پڑا۔ کیا ایک چھوٹے سے ایٹمی ذرّے کے اسرار و رموز کا مطالعہ ہی اس امر کیلئے کافی نہیں کہ وہ ہم کو اس کے خالق سے آشنا کردے؟

لہٰذا کہا جاسکتا ہے کہ خدا کے وجود کے لئے ہمارے پاس اتنی ہی دلیلیں موجود ہیں کہ جتنی دنیا میں ایٹموں کی تعداد ہے۔

قرآن مجید فرماتا ہے:

وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ یَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ۔

(سورۂ لقمان۔ آیت ۲۷)

(اگر زمین میں جتنے درخت ہیں وہ سب کے سب قلم بن جائیں اور سمندر اسکی سیاہی بنے اور اس کے (ختم ہونے کے) بعد (اور) سات سمندر سیاہی ہو جائیں اور خدا کا علم اور اس کی باتیں لکھی جائیں تو بھی خدا کی باتیں ختم

نہ ہوں گی۔)

سوچئے اور جواب دیجئے:

۱۔ چیونٹی کی پراسرار زندگی کے بارے میں کیا آپ اور کوئی بات جانتے ہیں؟

۲۔ کیا آپ بلیک بورڈ پر ایک ایٹم کی ساخت کا نقشہ کھینچ سکتے ہیں؟

دسواں سبق

کیلئے

ایک تکمیلی بحث

خداوند عالم کی صفات کسقدر شاندار ہیں

- کیا خدا کی صفات کو پہچاننا آسان ہے؟
- صفات جمال و جلال
- خداوند عالم کی مشہور ترین صفات

کیا خدا کی صفات کو پہچاننا آسان ہے ؟

غور کیجئے: 'خدا کو پانا'، یعنی جہان آفرینش کے اسرار ورموز کے مطالعہ کے ذریعہ' خدا کے وجود کو پہچاننا، جسقدر آسان ہے. اسی قدر خدا کی صفات کو پہچاننا مشکل ہے اور اس کے لئے شدید غور وفکر اور بیحد احتیاط کی ضرورت ہے. یقیناً آپ پوچھیں گے کہ ایسا کیوں ہے ؟ اس کا سبب واضح ہے. کیونکہ ہماری کسی بھی چیز سے' اور جو کچھ کہ ہم نے اس وسیع کائنات میں دیکھا اور سنا ہے' خدا اس سے مشابہت نہیں رکھتا.

لہذا خداوند عالم کی صفات کو پہچاننے کی پہلی شرط، اس کی مقدس ذات سے تمام مخلوقات کی صفات کی نفی کرنا ہے یعنی عالم فطرت کی مخلوقات میں سے کسی ایک سے بھی اس کو تشبیہ نہ دینا۔ اس سے مشابہ نہ کرنا پہلی شرط ہے.

اس مقام پر نہایت احتیاط اور نزاکت سے کام لینا ہوگا. کیونکہ ہم فطرت کے درمیان پلے بڑھے ہیں. ہم کو فطرت سے ہمہ وقت تعلق رکھنا ہے اسی سے مانوس ہیں لہذا یہ ہمارا فطری رجحان ہوتا ہے کہ تمام چیزوں کو اسی کی کسوٹی پر پرکھیں.

یا دوسرے الفاظ میں اس بات کو یوں کہیں کہ ہم نے جو کچھ بھی دنیا میں دیکھا ہے وہ جسم اور جسمانی خصوصیات رکھتے ہیں. یعنی تمام موجودات ایک معینہ زمان و مکان رکھتے ہیں مخصوص شکل وصورت رکھتے ہیں. ایسی حالت میں خدا کا تصور کرنا کہ جو نہ جسم رکھتا ہے اور نہ زمان ومکان، اور اس کے باوجود تمام زمان ومکان پر

محیط ہے یعنی ہر جگہ موجود ہے، لیکن ہماری نظریں اس کا احاطہ کرنے سے قاصر ہیں. ایک نہایت ہی مشکل کام ہے. یعنی ضرورت اس بات کی ہے کہ نہایت غور وفکر کے ساتھ اس راہ پر قدم رکھیں. البتہ اس نکتہ کی یادآوری بہت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ خدا کی ذات کی حقیقت کو ہم کبھی بھی نہیں سمجھ سکتے اور نہ کبھی اس کی امید رکھنی چاہیئے.

کیونکہ یہ خیال، ایک ایسا خیالِ خام ہے کہ ماں کے شکم میں جو بچہ ہے وہ تمام باہری دنیا سے باخبر ہو جائے ـــــ کیا یہ چیز ممکن ہے ؟

اور یہی وہ مقام ہے جہاں ایک چھوٹی سی لغزش، انسان کو خداشناسی کے اصلی راستے سے کوسوں دور کر دیتی ہے. اور وہ بت پرستی اور مخلوق پرستی کی سنگلاخ راہوں میں بھٹکتا پھرتا ہے (غور کیجئے !!)

مختصر یہ کہ ہم کو ہوشیار رہنا چاہیئے. خداوند عالم کی صفات کا مخلوقاتِ عالم کی صفات سے ہرگز ہرگز مقابلہ نہ کریں.

صفاتِ جمال وجلال

عموماً خدا کی صفات کو ہم دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں. صفات ثبوتیہ. یعنی وہ صفات جو خدا میں پائی جاتی ہیں اور صفات سلبیہ یعنی جن چیزوں سے اس کی ذات منزّہ ومبرّا ہے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ خداوند عالم کی ذات میں کون کون سی صفات پائی جاتی ہیں ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ: ایک لحاظ سے خدا کی صفات بے پایاں اور لامحدود ہیں اور ایک لحاظ سے فقط ایک صفت میں خلاصہ

ہو جاتی ہیں کیوں کہ خدا کی تمام ثبوتی صفات کو مختصر طور پر ایک جملہ میں یوں بیان کیا جاسکتا ہے کہ:

خدا کی ذات ایک لامتناہی ذات ہے جو ہر لحاظ سے تمام کمالات کی حامل ہے۔

اور صفات سلبیہ کو ایک جملہ میں مختصراً یوں ادا کیا جاسکتا ہے:

"خدا کی ذات، ہر قسم کے نقص سے پاک ہے"

دوسرے نقطۂ نظر سے چونکہ کمالات اور نقائص کے درجے ہوتے ہیں یعنی بے انتہا کمال اور بے انتہا نقص کا تصور کیا جاسکتا ہے لہذا یوں کہہ سکتے ہیں کہ خداوند میں انتہا درجہ کی صفات ثبوتی اور انتہائی درجہ کی صفات سلبی پائی جاتی ہیں کیونکہ جس اعلےٰ درجہ کے کمال کا تصور کیا جاسکتا ہے اس کی ذات اس سے متّصف ہے اور جتنے قسم کے بھی نقائص ہوسکتے ہیں ان سے اس کی ذات مبرّا ہے۔ پس خداوند عالم کی صفات ثبوتی اور صفات سلبی لامحدود ہیں۔

خداوند عالم کی مشہور ترین صفات:

خداوند عالم کی مشہور ترین صفات ثبوتی کو ذیل کے شعر میں ادا کیا گیا ہے

عالم و قادر و حیٔ است و مرید و مدرک

ہم قدیم و ازلی پس متکلم صادق

١۔ خداوند "عالم" ہے یعنی تمام چیزوں کو جانتا ہے

٢۔ "قادر" ہے۔ یعنی ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

٣۔ "حیٔ" ہے یعنی زندہ ہے اور زندہ اسی کو کہا جاتا ہے جو علم بھی رکھتا ہو اور قدرت بھی لہٰذا اور چونکہ خداوند عالم بھی ہے اور قادر بھی۔ اسی بناء

پر وہ زندہ ہے۔

٤۔ "مرید" یعنی صاحب ارادہ ہے۔ اور اپنے کاموں میں مجبور نہیں ہے اور جو بھی کام انجام دیتا ہے اس میں مقصد اور حکمت مضمر ہوتی ہے۔ اس کے ہر کام میں مقصد اور حکمت پنہاں ہوتی ہے۔ آسمان و زمین میں اس نے کوئی چیز بلا مقصد اور بغیر کسی فلسفے کے نہیں بنائی۔

٥۔ خداوند "مدرک" ہے یعنی تمام چیزوں کو جانتا اور سمجھتا ہے سب کو دیکھتا، ساری آوازوں کو سنتا ہے۔ اور ہر بات سے آگاہ اور باخبر ہے۔

٦۔ "قدیم" اور "ازلی" ہے یعنی ہمیشہ سے ہے اس کے وجود کا کوئی آغاز نہیں کیونکہ اس کی ہستی اس کی ذات کے اندر سے ابھری ہے اور یہی سبب ہے کہ وہ ابدی اور جاودانی ہے یعنی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا کیونکہ جس کی ہستی خود اس سے ہے، فنا اور نیستی اس کے لئے معنی نہیں رکھتے۔

٧۔ "خدا" "متکلم" ہے یعنی چاہے تو ہوا میں آواز کی لہریں پیدا کر کے اپنے پیغمبروں سے کلام کرسکتا ہے۔ نہ یہ کہ خدا زبان، ہونٹ اور حلق (حنجرہ) رکھتا ہے۔

٨۔ خدا "صادق" ہے یعنی جو کچھ کہتا ہے سچ اور عین حقیقت ہوتا ہے۔ کیوں کہ جھوٹ عموماً دو سبب سے بولا جاتا ہے یا تو جہالت اور نادانی کے سبب یا کمزوری اور ناتوانی کے سبب۔ لہذا وہ خدا جو دانا اور توانا ہے اسکی ذات سے محال ہے کہ جھوٹ کہے۔

خداوند عالم کی مشہور ترین صفات سلبیہ کو اس شعر میں یوں جمع کیا گیا ہے:

نہ مرکب بود و جسم، نہ مرئی نہ محل

بی شریک است و معانی، تو غنی دان خالق

۱۔ ”مرکب“ نہیں ہے یعنی اجزا، ترکیبی سے مل کر نہیں بنا ہے۔ کیونکہ ایسی صورت میں اسے اپنے اجزا کی ضرورت ہوتی جب کہ اس کو کسی چیز کی احتیاج نہیں۔

۲۔ خدا ’جسم‘ نہیں رکھتا۔ کیونکہ جسم کو محدود کیا جاسکتا ہے اسمیں تغیر و تبدیلی ہوتی رہتی ہے اور فنا پذیر ہوتا ہے۔

۳۔ خدا ’مرئی‘ نہیں یعنی دکھائی نہیں دیتا کیوں کہ اگر نظر آتا تو جسم ہوتا اور محدود اور فنا پذیر ہو جاتا۔

۴۔ خدا ’محل‘ نہیں رکھتا۔ کیونکہ جسم نہیں جو مکان کا محتاج ہو۔

۵۔ خدا ’شریک‘ نہیں رکھتا۔ کیونکہ اگر اس کا کوئی شریک ہوتا تو وہ ایک محدود وجود ہوتا۔ چونکہ دو[۲] لامحدود موجودات کا وجود کسی طرح ممکن نہیں۔ اس کے علاوہ اس کائنات کے قوانین میں وحدت اس کے بے مثل و یگانہ ہونے کی دلیل ہے۔

۶۔ خدا ’معانی‘ نہیں رکھتا یعنی اس کی صفات، اس کی عین ذات ہے۔

۷۔ خداوند ’محتاج‘ اور ضرورتمند نہیں بلکہ غنی اور بے نیاز ہے۔ کیونکہ علم و قدرت کے لحاظ سے ایک بے پناہ وجود، کو کسی چیز کی کمی نہیں۔ کیوں کہ اس کا وجود علم و قدرت کے لحاظ سے بے پناہ ہے اور اسے کسی چیز کی کمی نہیں۔

قرآن مجید فرماتا ہے:

لیس کمثلہ شیئ (اس کے مانند کوئی چیز نہیں) (سورہ شوریٰ آیہ ۱۱)

سوچیئے اور جواب دیجیے:

۱۔ خدا کی وحدانیت اور اس کے لاشریک ہونے کی دوسری دلیلیں پیش کیجیے۔

۲۔ کیا آپ نے سنا ہے کہ بعض مذاہب میں تین[۳] خداؤں کا تصور ہے اور اور بعض مذاہب دو[۲] خداؤں کے وجود کے قائل ہیں۔ بتایئے وہ کون سے مذاہب ہیں؟

ہمارا مقصد

ان کتابوں کی اشاعت سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ ان
حساس اور نازک حالات میں قرآن مجید کی تعلیمات اور اسلام
کے اصولوں کو صحیح معنی میں منطقی ۔ استدلالی ۔ سادہ اور نہایت
دلچسپ پیرائے میں معاشرے کے تمام طبقات خصوصاً نوجوانوں
کے لئے پیش کیا جائے تاکہ ان حساس حالات اور نازک
ماحول میں اپنے کردار کی تعمیر کر سکیں اور ایسے قوی ایمان کا حامل
بن سکیں جس کا پرتو ان کے تمام اعمال و کردار پر ہو

اصولِ دین (توحید ۔ عدل ۔ نبوت ۔ امامت ۔ قیامت)
سے متعلق پانچ مختصر کتابوں میں پچاس اسباق کے ذریعہ بحث کی گئی
ہے اور یہ کتاب اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے

بعثت فاونڈیشن ۔ خیابان سمیہ ، بین شہید مفتح و فرصت ۔ تہران ، ایران